مارچ ۱۹۹۲ء

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

- روزے اور قرآن کا باہمی تعلق
آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی کی روشنی میں
- رزق و مال ۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں
مولانا محمد طاسین کا ایک گرانقدر مقالہ

یکے از مطبوعات
تنظیم اسلامی

جملہ رفقاء و احباب تنظیم اسلامی کی یاد دہانی کے لئے اطلاع ہے کہ
ان شاء اللہ العزیز اس سال

تنظیم اسلامی پاکستان کا

سالانہ اجتماع

جمعۃ المبارک ۱۷؍ اپریل تا سوموار ۲۰؍ اپریل ۹۲ء دوپہر

قرآن اکیڈمی لاہور

۳۶۔ کے، ماڈل ٹاؤن میں منعقد ہوگا

- تنظیم کے رفقاء و احباب ۱۷؍ اپریل صبح دس بجے سے قبل اجتماع گاہ میں پہنچ جائیں۔ واضح رہے کہ جامع القرآن، قرآن اکیڈمی میں امیر تنظیم اسلامی کے خطاب قبل از نماز جمعہ (ساڑھے گیارہ بجے) سے سالانہ اجتماع کا آغاز ہو جائے گا۔
- ۱۷؍ اپریل صبح ۶ بجے تا ۱۲؍ بجے دوپہر لاہور ریلوے اسٹیشن پر استقبالیہ کیمپ قائم رہے گا بعد میں آنے والے حضرات کو خود قرآن اکیڈمی پہنچنا ہوگا۔
- شرکاء اجتماع موسم کے مطابق بستر کے علاوہ ذاتی استعمال کی ضروری اشیاء ساتھ لے کر آئیں۔
- اس اجتماع میں رفقائے تنظیم اسلامی کی ہمہ وقت شرکت لازم ہے۔

-----مزید بر آں-----

سالانہ اجتماع سے متصلاً قبل ۱۰؍ اپریل بعد نماز عصر تا ۱۶؍ اپریل دوپہر **مبتدی رفقاء** کے لئے اور سالانہ اجتماع کے متصلاً بعد ۲۰؍ اپریل بعد نماز عصر تا ۲۶؍ اپریل شام **ملتزم رفقاء** کے لئے **تربیت گاہیں** منعقد ہوں گی۔ وہ رفقاء جنہوں نے ابھی ان تربیت گاہوں میں شرکت نہیں کی اپنی متعلقہ تربیت گاہوں میں شرکت کی بھرپور کوشش کریں۔

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اُس میثاق کو یاد رکھو جو اُس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے مانا اور اطاعت کی۔

جلد: ۴۱

شمارہ: ۳

رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ

مارچ ۱۹۹۲ء

فی شمارہ ۵/-

سالانہ زر تعاون ۵۰/-

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

ادارہ تحریر

شیخ جمیل الرحمٰن

حافظ عاکف سعید

حافظ خالد محمود خضر

سالانہ زر تعاون برائے بیرونی ممالک

سعودی عرب، کویت، مسقط، بحرین، قطر، متحدہ عرب امارات	۲۵ سعودی ریال
ایران، ترکی، اومان، عراق، بنگلہ دیش، الجزائر، مصر، انڈیا	۶۔ امریکی ڈالر
یورپ، افریقہ، سکنڈے نیوین ممالک، جاپان وغیرہ	۹۔ امریکی ڈالر
شمالی و جنوبی امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ وغیرہ	۱۲۔ امریکی ڈالر

ترسیل زر: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

یونائیٹڈ بنک لمیٹڈ۔ ماڈل ٹاؤن فیروز پور روڈ۔ لاہور (پاکستان)

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور رجسٹرڈ

مقام اشاعت: ۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور ۵۴۷۰۰۔ فون: ۸۵۶۰۰۳-۸۵۶۰۰۴

یکے از مطبوعات تنظیم اسلامی، مرکزی دفتر: ۶۷۔ اے، علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور

پبلشر: لطف الرحمٰن خان، طابع: رشید احمد چودھری، مطبع: مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

مشمولات

عرضِ احوال ——— ۳

عاکف سعید

تذکرہ و تبصرہ ——— ۵

ملکی و ملی حالات کے بارے میں تنظیم اسلامی اور اس کے امیر کا موقف
امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے خطابات کے آئینے میں

استقبالِ رمضان ——— ۹

روزے اور قرآن کا باہمی تعلق
آیاتِ قرآنی اور احادیث نبویؐ کی روشنی میں

ڈاکٹر اسرار احمد

رزق و مال ——— ۲۵

قرآن حکیم کی روشنی میں

مولانا محمد طاسین

کتابیات ——— ۵۱

دوسرا کبیرہ: شرکِ اصغر
زیر طبع کتاب "کبائر" کے باب دوم کی فصل دوم

مؤلف: ابوعبدالرحمٰن شبیر بن نور

رفتارِ کار ——— ۶۷

سودی معیشت کے خلاف تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام
پاکستان کے طول و عرض میں احتجاجی مظاہرے

خطوط و نکات ——— ۷۴

دیارِ مغرب سے ایک خط اور اس کا جواب
(سید بخاری کا مکتوب اور امیر تنظیم اسلامی کا جوابی مراسلہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ احوال

نیکیوں کا موسم بہار' ماہ رمضان المبارک سایہ فگن ہو چکا ہے۔ روزے اور قرآن کے باہمی تعلق کے حوالے سے امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے نمازِ تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمۂ قرآن کی جو تحریک شروع کی ہے' الحمدُللہ کہ وہ بتدریج وسعت پذیر ہے۔ اس مبارک کام کا آغاز آج سے آٹھ سال قبل لاہور کی جامع القرآن' قرآن اکیڈمی سے ہوا تھا جہاں یہ روایت ہر سال باقاعدگی سے نبھائی جاتی ہے اور بحمدِ اللہ اس سال بھی ارادہ یہی ہے کہ لاہور کے بعض دیگر مقامات کے علاوہ ترجمۂ قرآن کا پروگرام یہاں بھی ہوگا ـــــ لاہور کے علاوہ کراچی میں بھی ایک سے زائد بار امیر تنظیم اسلامی خود ماہِ رمضان میں ترجمۂ قرآن بیان فرما چکے ہیں' دو سال قبل ابو ظبی میں بھی امیرِ محترم کا دورۂ ترجمۂ قرآن ہوا تھا اور اس سال امیرِ تنظیم اِن شاء اللہ ملتان میں ترجمۂ قرآن بیان فرمائیں گے' جہاں "قرآن اکیڈمی" کی تعمیر اس حد تک ہو چکی ہے کہ دورۂ ترجمۂ قرآن کا پروگرام اسی کی عمارت میں ہوگا' ـــــ لاہور اور کراچی میں اس سال کم و بیش چار چار مقامات پر دورۂ ترجمۂ قرآن کے انعقاد کا پروگرام ہے۔ بعض مقامات پر یہ پروگرام محترم ڈاکٹر صاحب کے ترجمۂ قرآن کے ویڈیو کیسٹس کی مدد سے ہوگا جبکہ بعض جگہوں پر تنظیم کے بعض رفقاء ترجمۂ قرآن بیان کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اس محنت کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور "رجوع اِلی القرآن" کی اس تحریک میں مزید برکت و وسعت پیدا فرمائے (آمین) ـــــ زیر نظر شمارے میں "استقبالِ رمضان" کے عنوان سے محترم ڈاکٹر صاحب کے ایک خطاب کا ایک حصہ مرتب کر کے شائع کیا گیا ہے جس سے روزے اور قرآن کے باہمی تعلق پر وضاحت سے روشنی پڑتی ہے۔

☆ ☆ ☆

سودی معیشت کے خلاف تنظیم اسلامی اور تحریک خلافت پاکستان نے ۲۴ر فروری کو مشترکہ طور پر پرامن احتجاجی مظاہروں کا اہتمام کیا تھا۔ یہ مظاہرے پاکستان کے مختلف شہروں میں' جہاں جہاں تنظیم کے مراکز قائم ہیں' ایک ہی وقت میں کئے گئے۔ لاہور میں ہونے والا مظاہرہ تعداد شرکاء کے اعتبار سے بہت بھرپور تھا۔ امیر تنظیم اسلامی نے بھی

کچھ دیر کے لئے احتجاجی مظاہرے میں شرکت کی اور آخر میں خطاب بھی فرمایا۔ مختلف شہروں سے موصول ہونے والی رپورٹیں زیر نظر شمارے میں شامل کی گئی ہیں۔

۳ر مارچ کو راولپنڈی میں حسب پروگرام تحریک خلافت پاکستان کا پہلا کنونشن منعقد ہوا جس میں تنظیم اسلامی کے رفقاء نے بھی شرکت کی۔ تحریک خلافت کے اعتبار سے یہ کنونشن بہت اہمیت کا حامل تھا۔ اس کی تفصیلی روداد ان شاء اللہ "ندائے خلافت" کے آئندہ شمارے میں شائع کردی جائے گی۔

اعلان داخلہ

(دینی تعلیم کا ایک سالہ کورس)

قرآن اکیڈمی کی ایک اہم تعلیمی اسکیم' ایک سالہ کورس کے پہلے سمسٹر میں (جو چھ ماہ پر محیط ہوگا) آئندہ داخلے ان شاء اللہ شوال کے پہلے ہفتے میں ہوں گے۔ اس ضمن میں درج ذیل امور نوٹ کر لئے جائیں:

☆ درخواست داخلہ جمع کرانے کی آخری تاریخ ۲ر اپریل ۹۲ء ہے۔

☆ اس کورس میں ترجیحاً گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ طلبہ کو داخلہ دیا جاتا ہے' تاہم استثنائی صورت میں انڈر گریجویٹ طلبہ کی درخواستیں بھی زیر غور لائی جاسکتی ہیں۔

☆ پہلے سمسٹر کا نصاب درج ذیل ہے:

i۔ عربی گرامر (عربی کا معلم ' تین حصے)'

ii۔ عربک ریڈر (طریقہ جدیدہ ' ابتدائی دو حصے)

iii۔ تجوید (ابتدائی قواعد اور مشق)'

iv۔ مطالعۂ قرآن حکیم کا منتخب نصاب

v ۔ مطالعۂ دینی لٹریچر (بعض منتخب کتابچے)

(نوٹ: تفصیلات کے خواہش مند حضرات دس روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر پراسپکٹس طلب کریں)

المعلن: ناظم قرآن کالج' ۱۹۱۔ اے ' اتاترک بلاک 'نیو گارڈن ٹاؤن' لاہور

تذکرہ و تبصرہ

ملکی و ملی حالات کے بارے میں تنظیم اسلامی اور اس کے امیر کا نقطہ نظر
امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے خطابات کے آئینے میں

(۱)

۲۱ر فروری کے خطاب جمعہ کا پریس ریلیز

لاہور: ۲۱ر فروری: "خارجہ پالیسی سمیت ملکی اور بین الاقوامی مسائل کے بارے میں حکومت کی حکمتِ عملی پر ہم حقیقت پسندانہ اور غیر جذباتی انداز میں بات کرنے کا مشورہ دیتے ہیں کیونکہ ان کا تعلق تدبیر اور زمینی حقائق سے ہے' اور ہم گروہی سیاست میں فریق نہیں جس میں مخالفت برائے مخالفت کے لئے جذبات کو تحریک دینے کا دستور ہے۔ تاہم سود کے معاملے میں پاکستان کے مسلمانوں کو چوکس اور چوکنا رہنے کی ضرورت ہے جس کا تعلق دین کی ایک صریح نص سے ہے"۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی پاکستان ڈاکٹر اسرار احمد نے مسجد دارالسلام باغِ جناح میں اپنے خطابِ جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ وفاقی شرعی عدالت کے طویل اور مدلل تاریخی فیصلے کا مطالعہ کیا جائے تو فاضل عدالت کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لئے الفاظ نہیں ملتے۔ اس فیصلے میں احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا حق ادا کر دیا گیا ہے اور یہ کہنا ہرگز مبالغہ آرائی نہیں کہ پورے عالمِ اسلام میں کوئی عدالت ایسا یادگار فیصلہ دینے پر قادر نہیں۔ اب عدالت کے فیصلے کے پیچھے عوامی حمایت کے سہارے کی دیوار کھڑی کرنا رجالِ دین کا کام ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ پاکستان میں دین کے بابرکت نظام کا نفاذ ایک انقلابی عمل کے نتیجے میں ہی مکمل ہو گا جس کے لئے ایک انقلابی جماعت کو دعوت اور تنظیم و تربیت کے مرحلے سے گزرتے ہوئے آخری اقدام کے مرحلے تک پہنچنے کے دوران پاکستان کے موجودہ حالات کے پیشِ نظر چار نکاتی لائحہ عمل اختیار کرنا چاہئے۔

ایک یہ کہ عوام میں اسلامی نظام یا نظامِ خلافت کے خصائص کی وسیع پیمانے پر نشر و اشاعت کے ذریعے اتنا شعور پیدا کر دیا جائے کہ اسلام کے نام پر انہیں کوئی دھوکہ نہ دے

سکے۔ عوام کو اسلامی قانون سے نہیں، جو خوف و ہراس پیدا کرتا ہے، بلکہ اسلامی نظام سے متعارف کرایا جائے جو سراسر رحمت و برکت ہے۔

دوسرے یہ کہ قانونی اور دستوری عمل کے راستے اسلام کا جتنا کچھ حصہ ہمارے ہاتھ لگا ہے اسے مضبوطی سے تھاما جائے تاکہ حکومت یا مفاد یافتہ طبقات کو الٹا چکر چلانے کا موقع نہ مل سکے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ وفاقی شرعی عدالت کے ذریعے جس عمل کا آغاز ہوا تھا وہ سود کے معاملے میں آکر نقطۂ عروج کو پہنچ گیا ہے۔ اس حوالے سے اہلِ دین اور سیکولر عناصر کے مابین کشمکش اب آخری مرحلے میں داخل ہو رہی ہے۔

تیسرے نکتے کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ نصوصِ دین کے معاملے میں تو ہمیں ہر مزاحمت سے ٹکرانا ہے، تاہم ملکی اور قومی مسائل پر حزبی سیاست سے بالاتر ہو کر ملی مفاد کے تقاضوں کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ ہمیں اس سے بھی غرض نہیں کہ یہ طرزِ عمل حکومت کے فائدے میں جاتا ہے یا حزبِ اختلاف کے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ حکومت نے پہلے تو برملا اپنی افغان پالیسی بدلی اور اب کشمیر پر اپنے موقف سے پسپائی کی تیاری ہے۔ یہ سب کچھ امریکہ کے دباؤ کے تحت ہو رہا ہے اور اسے اثر انداز ہونے کا موقع خود ہماری کوتاہیوں نے دیا۔ انہوں نے سوال کیا کہ مشرقی پاکستان کی علیحدگی میں بڑی طاقتوں کا کردار تو ظاہر ہے، لیکن کیا اس میں ہمارے اپنے جرائم کا کوئی حصہ نہ تھا؟ اسی طرح افغانستان کے معاملے میں امریکہ اور روس کے مل بیٹھنے سے بساط الٹ گئی، لیکن مجاہدین کی ناکامی کا ایک بڑا سبب آپس کی نااتفاقی بھی تو ہے۔ انہوں نے کہا کہ حالات کے دباؤ میں آکر یا زمینی حقائق کے جبر کے تحت اپنی ہمت اور وسعت کے مطابق لائحہ عمل طے کرنا حکمتِ عملی کا مسئلہ ہے اور اس پر جذباتی انداز میں یا حزبی سیاست کے زیر اثر ردعمل کا اظہار مناسب نہیں۔

ڈاکٹر اسرار احمد کے مطابق اسلامی انقلابی جماعت کے لائحہ عمل کا چوتھا نکتہ یہ ہونا چاہئے کہ انتخابی سیاست سے کنارہ کشی کر کے سیاسی دھڑے بندیوں سے اپنے آپ کو علیحدہ کر لیا جائے۔ محاذ آرائی تو ضرور ہو گی اور بہت شدید ہو گی لیکن وہ اسلام اور سیکولرازم کے درمیان ہونی چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ حکمتِ عملی کے معاملے میں ہم حکومت کو بڑی سے بڑی رعایت دینے پر تیار ہیں کہ واقعات و حقائق کا ادراک جیسا اسے ہے دوسروں کو نہیں ہو سکتا لیکن دین کی کسی نص اور اللہ اور رسولؐ کے کسی صریح حکم کے معاملے میں کوئی سمجھوتہ نہیں ہو گا۔ سود کے معاملے میں مسلمان ڈٹ جائیں گے، جس کے خاتمے سے ملکی سطح پر اور بین الاقوامی سطح پر

بھی مشکلات کا ضرور سامنا ہو گا، لیکن ہر بڑے قدم پر امتحان تو آتا ہی ہے سود کے معاملے میں بھی آئے گا، لیکن ہم مضبوطی سے جمے رہے تو اللہ کی مدد بھی ضرور آئے گی اور ان ذرائع سے آئے گی جو ہمارے سان گمان میں بھی نہیں۔

(۲)

۷ر فروری کے خطاب جمعہ کا پریس ریلیز

لاہور: ۷ فروری، امیر تنظیم اسلامی پاکستان ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا ہے کہ جنگِ اُحد میں ۳۵ صحابہ کرامؓ کی ایک اجتہادی غلطی کی سزا قدسیوں کی پوری جماعت کو بھگتنی پڑی تو مسلم ممالک میں اسلام کی احیائی تحریکوں کی کوتاہیاں کیسے معاف ہو سکتی ہیں۔ مسجد دارالسلام باغِ جناح میں جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے افغانستان، ایران اور الجزائر کے تجربات کی ناکامی اور اس کے ردِ عمل میں پیدا ہونے والی مایوسی کا تجزیہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ پندرھویں صدی ہجری کے آغاز کے لگ بھگ منظر بڑا ہی دل خوش کُن تھا اور لگتا تھا کہ احیائے اسلام کی تحریکیں اب منزل سے ہمکنار ہوا چاہتی ہیں۔ پاکستان میں پی این اے کی سیاسی مہم نے تحریکِ نظامِ مصطفیٰؐ کے قالب میں ڈھل کر تحریکِ پاکستان کے جوش و جذبے کو بھی ماند کر دیا تھا۔ ایران کے انقلاب نے پوری دنیا کو چونکا دیا۔ سعودی عرب میں حرمِ مکی میں انہی دنوں ایک غیر معمولی واقعہ رونما ہوا جو وسیع پس منظر رکھتا تھا۔ سوڈان میں شریعت کے نفاذ میں بات عملاً رجم اور چور کے ہاتھ کاٹنے تک جا پہنچی۔ افغانستان میں ایسے عظیم جہاد کا علم بلند ہوا جس نے انجامِ کار دنیا کا جغرافیہ بدل کر رکھ دیا ہے اور کشمیریوں کی بے مثال جدوجہد میں بھی اسی کا عکس نظر آتا ہے، لیکن اس وقت بھی میرا یہ انتباہ ریکارڈ پر ہے کہ سرشاری کی یہ فضا جلد ہی سوگواری میں بدل جائے گی کیونکہ احیائے اسلام اور غلبۂ دین کا کام اسی انداز میں نتیجہ خیز ہو سکتا ہے جس کے نقوش اسوۂ رسولؐ سے حاصل کئے گئے ہوں، جب کہ ان کوششوں میں بڑے ہی بنیادی مرحلوں کو نظر انداز کر دیا گیا تھا۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ پوری دنیا پر اسلام کا کامل غلبہ ہو کر رہے گا اور مجھے اس کا اتنا ہی یقین ہے جتنا کل صبح سورج کے طلوع ہونے کا، لیکن اس کے ساتھ امام مالکؒ سے منسوب ایک قول قاعدے کلیے کی حیثیت رکھتا ہے جو ایک تحقیق کے مطابق دراصل حضرت ابوبکرؓ کا فرمان ہے کہ اس امت کے آخری حصے کی اصلاح اسی طریقے سے ممکن ہوگی جس طریقے سے اس کے پہلے حصے کی اصلاح ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ اس میں شبہ نہیں کہ اسلام کے احیائی

عمل کا آغاز ہو چکا ہے لیکن ۷۰ء کے عشرے کے دوران اس میں جو ابال آیا تھا وہ بیٹھتا نظر آتا نظر آتا ہے کیونکہ وہ بنیادی کام نہیں ہوا جو نظریاتی دعوت اور ایک قیادت کے تحت سمع و طاعت پر مبنی تنظیم کے ناگزیر مراحل پر مشتمل ہے۔ افغانستان میں لاکھوں مسلمانوں نے جانیں دیں اور پچاس ساٹھ لاکھ بے گھر ہوئے لیکن اتنی بڑی قربانی کا حاصل کیا ہوا۔ بلاشبہ روس کو نیچا دکھا کر امریکہ کے لئے میدان صاف کردیا گیا لیکن خود افغانیوں کو کیا ملا ہے۔ امیرِ تنظیم اسلامی نے کہا کہ افغان مجاہدین آج اس سلسلے میں پاکستان کو الزام نہیں دے سکتے کیونکہ قصور ان کا اپنا ہے۔دراصل ان کے ہاں دعوت کا مرحلہ تو آیا ہی نہیں' تنظیم کے تقاضے بھی پورے نہ کیے جاسکے اور اب تک ان میں اتحاد کا فقدان ہے۔ انقلابِ ایران کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ وہ شاہ کے جبر و استبداد کے خلاف ایک شدید عوامی ردِ عمل کے نتیجے میں رونما ہوا اور جیسے پاکستان میں پی این اے کی تحریک کا پھل فوج کی گود میں گرا تھا ویسے ہی وہاں اس کی زمامِ کار ایک مستحکم مذہبی طبقے کے ہاتھ میں آگئی لیکن امریکہ جیسی سپرپاور کو ناکوں چنے چبوانے کے باوجود ایران انقلاب کی تکمیل نہ کر سکا۔ وہاں مذہبی سطح پر تو بہت کچھ ہوا لیکن نظام میں کوئی انقلابی تبدیلی نہیں لائی جاسکی بلکہ اب تو آزاد روی بھی رفتہ رفتہ واپس آرہی ہے اور اس کی وجہ بھی یہ ہے کہ انقلاب کی بنیاد ایمان کی اس دعوت پر نہیں تھی جو ذہنوں کو مسخر کرلے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ الجزائر میں وہاں کی تحریکِ اسلامی نے محض جوش و جذبے کی فراوانی پیدا کر کے انتخابی کامیابی حاصل کر لی لیکن معاصر اسلامی تحریکوں پر نظر رکھنے والے حلقوں کی اطلاع کے مطابق دعوت کے مرحلے کی اہمیت کو وہ بھی فراموش کر بیٹھے۔ہمارے مقابلے میں عربوں کے جوش و جذبے میں فعالیت کا عنصر زیادہ قوی ہوتا ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کبھی ظلم نہیں کرتے ' ظلم تو در حقیقت بندے ہی اپنے آپ پر کرتے ہیں۔ یہاں پاکستان میں ۴۵ برسوں کی آزادی و خود مختاری اور اسلام کے نام کے مسلسل استعمال کے باوجود دین کے معاملے میں ہم آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے ہٹے ہیں۔ نفاذِ شریعت کے اعلان کے بعد بھی آج تک ہم سود جیسی لعنت سے جان نہیں چھڑواسکے اور اللہ اور رسولؐ سے جنگ جاری رکھنے کے حیلے بہانے تلاش کررہے ہیں۔ امیرِ تنظیمِ اسلامی نے کہا کہ عالمِ عرب تو یہودیوں کے شکنجے میں جکڑا جاچکا ہے 'احیائے اسلام کا آغاز ہمارے علاقے سے ہی ہوگا' لیکن اس کی خواہش رکھنے والوں کو قرآن کے ذریعے دعوت کی بنیاد پر تربیت اور تنظیم کا نبویؐ طریق کار اختیار کرنا ہوگا جس کے بغیر یہ سعادت ہمارے حصے میں نہیں آسکتی۔

روزے اور قرآن کا باہمی تعلّق

آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبویؐ کی روشنی میں

امیر تنظیمِ اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ایک خطاب سے ماخوذ

رمضان المبارک کے روزے کا ذکر قرآن حکیم میں سورۃ البقرہ کے ۲۳ویں رکوع میں وارد ہوا ہے۔ارشاد ہوتا ہے:**شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ** "رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا":**هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ**۔ لوگوں کے لئے ہدایت و رہنمائی بنا کر اور یہ ہدایت و رہنمائی بھی گنجلک ' مبہم یا پہیلیوں کے انداز میں نہیں ' بلکہ بڑی روشن اور بہت واضح ' اور حق و باطل میں فرق و تمیز کر دینے والے کھلے اور مضبوط دلائل کے ساتھ!——— قرآن حکیم کی متعدد شانوں میں سے تین اہم ترین شانیں یہاں بیان ہوئیں کہ (۱) یہ صحیح رہ کی طرف رہنمائی کرنے والی کتاب ہے ' (۲) یہ ہدایت کی روشن دلیلوں پر مشتمل ہے اور یہ ۳) الفرقان ہے' یعنی حق و باطل میں امتیاز کرنے والی کتاب!

آگے فرمایا:**فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ** "پس جو کوئی بھی تم میں سے اس مہینہ میں موجود ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اس ماہ کے روزہ رکھے" یہ صومِ رمضان کا ذکر ہے۔ اس آیتِ مبارکہ میں "شهود الشهر" کے الفاظ نہایت قابلِ توجہ ہیں، یعنی رمضان کے مہینے کا پالینا۔ یہاں یہ بات جان لیجئے کہ کرۂ ارض پر ایسے منطقے بھی ہیں جہاں چاند شروع مہینہ میں ظاہر ہی نہیں ہوتا۔ جس طرح ایسے خطے بھی ہیں جہاں سورج ہی طلوع نہیں ہوتا یا برائے نام طلوع ہوتا ہے اور وہاں پر گھڑی کے حساب سے نماز ادا کی جاتی ہے۔ لہٰذا وہاں تقویم (جنتری) سے حساب کر کے رمضان کے مہینے کے روزے رکھنے فرض ہوں گے۔"شهود الشهر" میں یہ بات شامل ہے۔ یہ اعجازِ

قرآنی ہے کہ وہ ایسے الفاظ لاتا ہے، جن سے استدلال کرکے ہر منطقے اور خطے کے مسائل کے لئے حل نکالے جاسکتے ہیں۔

صیام اور قیام کی یکساں اہمیت

اب ایک اور اہم بات پر غور کیجئے کہ روزوں کے لئے کوئی سا بھی مہینہ چنا جاسکتا تھا۔ روزے جس مہینے میں بھی رکھے جاتے ضبطِ نفس کی مشق کا مقصد پورا ہو سکتا تھا۔ ان روزوں کے لئے ماہِ رمضان کا انتخاب کیوں ہوا! اس کا جواب شروع ہی میں دے دیا گیا۔ **شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ أُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ**۔ یہ نزولِ قرآن کا مہینہ ہے، جس میں دن کے روزے کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام اللیل کو تطوع اور مجعول من اللہ قرار دیا ہے، جیسا کہ حضرت سلمانؓ فارسی کی روایت میں الفاظ آئے ہیں۔قیام اللیل کی اہمیت کو جاننے کے لئے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی یہ حدیث ملاحظہ فرمایئے جس کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ ہیں۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> **مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَاحتِسابًا غُفِرَلَہٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَنْ قامَ رمضانَ اِیمانًا واحتِسابًاغُفِرَلَہٗ ماتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ**(متفق علیہ)

> "جس نے روزے رکھے رمضان میں ایمان و احتساب کے ساتھ، بخش دیئے گئے اس کے تمام سابقہ گناہ اور جس نے (راتوں کو) قیام کیا رمضان میں ایمان و احتساب کے ساتھ بخش دیئے گئے اس کے جملہ سابقہ گناہ"

آپ نے دیکھا صحیحین کی اس حدیث کی رُو سے صیام اور قیام بالکل ہم وزن اور متوازی و مساوی ہوگئے! اس حدیث میں "قام" کا جو لفظ آیا ہے جس کا ترجمہ میں نے راتوں کو "قیام" کیا ہے تو اس کے لئے بطورِ دلیل میں آپ کو حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سناتا ہوں۔ اس حدیث کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "شعب الایمان" میں روایت کیاہے۔ حضرت عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> **اَلصِّیَامُ وَالْقُرْاٰنُ یَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ یَقُوْلُ الصِّیَامُ اَیْ رَبِّ۔**

اِنِّی مَنَعْتُہُ الطَّعَامَ وَالشَّھَوَاتِ بِالنَّھَارِ فَشَفِّعْنِی فِیہِ وَ یَقُولُ الْقُرْاٰنُ مَنَعْتُہُ النَّوْمَ بِاللَّیْلِ فَشَفِّعْنِی فِیہِ فَیُشَفَّعَانِ

"روزہ اور قرآن دونوں بندے کی سفارش کریں گے۔ (یعنی اس بندے کی جو دن میں روزے رکھے گا اور رات میں اللہ کے حضور میں کھڑے ہو کر اس کا پاک کلام قرآن مجید پڑھے گا یا سنے گا!) روزہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! میں نے اس بندے کو کھانے پینے اور نفس کی خواہش پورا کرنے سے روکے رکھا تھا' آج میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما (اور اس کے ساتھ مغفرت و رحمت کا معاملہ فرما!) اور قرآن کہے گا کہ: میں نے اس کو رات کے سونے اور آرام کرنے سے روکے رکھا تھا' خداوندا، آج اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما(اور اس کے ساتھ بخشش اور عنایت کا معاملہ فرما!) چنانچہ(روزہ اور قرآن)دونوں کی سفارش اس بندہ کے حق میں قبول فرمائی جائے گی (اور اس کے لئے جنت اور مغفرت کا فیصلہ فرما دیا جائے گا اور خاص مراحمِ خسروانہ سے اس کو نوازا جائے گا۔)"

اس حدیث شریف سے بات بالکل واضح ہو گئی کہ حضرت سلمان فارسیؓ کی حدیث میں جس قیام کا ذکر ہے' اس کا اصل مدّعا و منشا یہ ہے کہ رمضان کی راتیں یا ان کا زیادہ سے زیادہ حصہ قرآن مجید کے ساتھ بسر کیا جائے ـــــ یقیناً اب آپ لوگ سمجھ لیں گے کہ میری اس رائے کی بنیاد کیا ہے کہ پوری رات قرآن کے ساتھ بسر ہونی چاہیے۔

میں آپ حضرات کو دعوت دیتا ہوں کہ اس حدیث شریف کے الفاظ پر غور کیجئے۔ صیام و قیام کا معاملہ بالکل ہم وزن اور متوازی ہے کہ نہیں؟ روزے میں آپ کتنا وقت گزارتے ہیں' اس نقطۂ نظر سے صیام و قیام کے متوازی الفاظ پر پھر غور کیجئے۔ کیا الفاظ کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ جس طرح دن روزے کی حالت میں گزارا ہے' اسی طرح رات قرآن کے ساتھ گزاری جائے ..... قرآن کی تلاوت قیام یعنی صلوٰۃ کے ساتھ افضل ترین ہے اور بیٹھ کر اس کا مطالعہ بھی بہت بابرکت ہے۔ یہی معاملہ اس متفق علیہ روایت کے ذریعے سامنے آتا ہے جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے جس میں ایمان و احتساب کے ساتھ

صیام و قیام پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام پچھلے گناہوں کی مغفرت کی بشارت دی ہے۔ پس ان احادیث سے دین کی روح یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر واقعتاً اس ماہِ مبارک کی برکتوں اور عظمتوں سے استفادہ کا عزم اور ارادہ ہے تو اس کا حق یہ ہے کہ دن کا روزہ ہو اور رات کا اکثر حصہ بلکہ پوری پوری رات قرآن کے ساتھ بسر ہو۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے یہ نرمی رکھی ہے کہ اسے فرض قرار نہیں دیا!

شاید یہ بات آپ کے علم میں ہو کہ ہمارے یہاں یہ روایت مختلف صورتوں میں جاری رہی ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کے متعلق میرے علم میں یہ ہے کہ ان کی حیات میں ان کی خانقاہ میں پورے رمضان المبارک میں تراویح میں دو دو اور تین تین ہزار آدمی شریک ہوتے تھے۔ معلوم نہیں ہوسکا کہ اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے یا نہیں۔ وہاں کا معمول یہ نہیں تھا' جس سے ہم واقف اور جس کے ہم عادی ہیں کہ گھنٹہ سوا گھنٹہ میں بیس تراویح اور بعد کے تین وتر پڑھے اور فارغ ہوگئے۔ بلکہ اس خانقاہ میں معمول یہ تھا کہ ہر چار رکعات تراویح کے بعد آدھا آدھا گھنٹہ' پون پون گھنٹہ وقفہ ہوتا تھا، جس میں لوگ مختلف اشغال میں مصروف ہوجاتے تھے۔ کچھ لوگ اذکار و اوراد میں لگ جاتے تھے۔ کچھ علیحدہ علیحدہ ٹکڑیوں میں بٹ جاتے تھے جن میں وعظ و نصیحت ہوتی تھی۔ کچھ لوگ قرآن مجید سے جو اگلی چار رکعتوں میں پڑھا جانا ہے متن کی تلاوت کر رہے ہوتے۔ اس کے بعد پھر کھڑے ہو کر اگلی چار رکعتیں پڑھی جاتیں۔ ہر تراویح کے دوران پورے رمضان میں یہ دستور رہتا تھا اس طرح ساری رات قرآن مجید اور ذکر و ورد میں گزرتی تھی۔ یہ اس نقشہ پر عمل کی ایک صورت ہے جو ان دو احادیث کے مطالعہ سے سامنے آتا ہے۔ اگر خلوص و اخلاص اور للّٰہیت کے ساتھ یہ عمل ہو تو جو لوگ یہ کام کریں تو شاید وہ ان بشارتوں کے مستحق بن جائیں جو ان دو حدیثوں میں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان خوش بختوں میں شامل فرمائے جن کا ذکر ان احادیث میں ہے۔

صومِ رمضان کی فرضیت اور بیمار و مسافر کے لئے رعایت

اب پھر آیت نمبر ۱۸۵ کی طرف رجوع کیجئے۔ رمضان کے روزے کے بارے میں

حکم آیا کہ تم میں سے جو بھی اس مہینہ میں موجود ہو وہ لازماً روزہ رکھے۔گویا پورے ماہ کے روزوں کی فرضیت کا حکم آگیا۔ساتھ ہی فرمادیا:وَمَنْ کَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ "اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں روزے رکھ کر گنتی پوری کرلے"۔ لیکن وہ رعایت جو ابتداءً دی گئی تھی کہ ایک روزے کا فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے، اس رعایت کو منسوخ اور ساقط کردیا گیا۔ البتہ یہاں یہ بات سمجھ لیجئے کہ اس رعایت کو قرآن مجید نے منسوخ و ساقط کیا ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص حالات میں اس کو قائم رکھا ہے، جیسے کوئی شخص بہت بوڑھا ہوگیا ہو اور اب اس میں روزہ رکھنے کی بالکل استطاعت ہی باقی نہ رہی ہو، یا کوئی دائمی مریض ہو جسے اب شفا کی کوئی توقع ہی نہ رہی ہو۔ مثلاً کوئی ٹی بی کی تھرڈ اسٹیج میں ہے یا کوئی ذیابیطس کا دائمی مریض ہوگیا ہے اور اس کے صحت یاب ہونے کی کوئی امید نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ رعایت برقرار رکھی ہے کہ وہ فی روزہ ایک مسکین کو دو وقت کا پیٹ بھر کر کھانا کھلادیں۔ کھانے کی جگہ اناج کی مقدار اور چند دوسری شرائط کا بھی تعین کیا گیا ہے۔ الغرض خاص حالات میں اس رعایت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی رکھا ہے۔

اہلِ سنّت کے نزدیک یہ بات اصولاً طے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اختیار ہے کہ آپؐ قرآن کے خاص کو عام اور قرآن کے عام کو خاص کرسکتے ہیں، قرآن کے حکم پر اضافہ فرماسکتے ہیں اور قرآن کے حکم کی تبیین میں مزید حکم دے سکتے ہیں۔ یہ منکرینِ سنّت کی گمراہی ہے کہ وہ حضورؐ کی سنّت اور آپؐ کے احکام کو دین میں حجت نہیں مانتے۔ حالانکہ بعض احادیثِ صحیحہ میں بصراحت یہ بات ملتی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ "یہ نہ سمجھنا کہ کھانے پینے کی صرف وہی چیزیں حرام ہیں جن کا قرآن میں ذکر ہے۔ کچھ اور چیزیں بھی ہیں جن کی حرمت کا میں تمہیں حکم دے رہا ہوں"۔ یا جیسے قرآن مجید میں حکم آیا کہ ایک شخص بیک وقت دو بہنوں کو نکاح میں نہیں رکھ سکتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مزید عام کردیا کہ پھوپھی، بھتیجی اور خالہ اور بھانجی کو بھی بیک وقت نکاح میں نہیں رکھا جاسکتا۔ ایسی متعدد مثالیں ہیں۔ اس وقت میں نے چند مثالیں اس لئے دی ہیں کہ اگر کسی شخص کے ذہن میں یہ اشکال ہو کہ حضورؐ نے بوڑھوں اور دائمی

مریضوں کے لئے رمضان کے روزے کے فدیہ کو برقرار کیسے رکھا' تو وہ اشکال رفع ہوجائے اور یہ بات واضح ہوجائے کہ یہ چیزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں شامل ہیں اور ان کا آپؐ کو حق حاصل ہے۔

آیت کے اگلے الفاظ پر توجہ مرکوز کیجئے۔ فرمایا: يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ "اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے دشواری و سختی اور تنگی نہیں چاہتا" یعنی یہ ساری رعایتیں اور سہولتیں جو بیان ہوئیں اس سے اللہ کا مقصود بندوں کے حق میں آسانیاں فراہم کرنا ہے' نہ کہ دشواریاں اور تنگیاں پیدا کرنا! لہٰذا بیماری یا سفر کی وجہ سے جو روزے قضا ہوجائیں' بعد میں ان کی تکمیل کرلو۔ یہاں یہ بات سمجھ لیجئے کہ یہ نیکی اور تقویٰ کا غلط تصور ہے کہ ایک سو چار ڈگری کا بخار ہے لیکن مریض روزہ چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔ یا کوئی صاحب سفر پر جارہے ہیں اور روزوں کا اہتمام و التزام بھی ہورہا ہے۔ یہ درحقیقت اپنے اوپر تشدد ہے اور یہ بھی ایک طرح کا کفرانِ نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو رعایتیں دی ہیں' آپ ان سے فائدہ نہیں اٹھا رہے۔

اگر اللہ تعالیٰ نے رعایت دی ہے تو اس سے استفادہ کرنے کو ہرگز گھٹیا بات نہ سمجھئے بلکہ اس کے لئے ایک اصول دے دیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا (متفق علیہ: عن انس بن مالک)

"لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرو' سختی اور تنگی پیدا نہ کرو"۔ صحیح احادیث میں آتا ہے کہ نبی اکرمؐ ایک سفر پر جارہے تھے۔ دیکھا کہ کچھ لوگ بیہوشی کے عالم میں پڑے ہوئے ہیں اور لوگ ان کے گرد گھیرا ڈالے کھڑے ہیں۔ دریافت فرمایا کہ کیا معاملہ ہے؟ بتایا گیا کہ یہ لوگ روزے سے تھے اور دھوپ کی تمازت سے ان پر غشی طاری ہوگئی۔ تو حضورؐ نے فرمایا: لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّيَامُ فِي السَّفَرِ۔ (رواہ النسائی: عن ابی مالک الاشعری) "سفر میں روزہ رکھنا نیکی کی بات نہیں ہے"۔ یہ درحقیقت اپنے اوپر تشدد ہے جو اللہ کو پسند نہیں ہے۔ جہاں رعایت دی ہے وہاں اس رعایت سے فائدہ اٹھایئے۔

رعایت کے ذکر کے معاً بعد فرمایا: وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ کہ یہ رعایتیں ہیں' لیکن چھوٹ نہیں ہے۔ یہ اس لئے دی گئی ہیں تاکہ بعد میں تم تعداد پوری کرلو۔ تعداد بہر

حال پوری کرنی پڑے گی۔ یہ نہیں ہے کہ آپ فدیہ دے کر روزہ رکھنے سے بچ جائیں۔ یہاں صیغہ امر کا ہے۔ وَلِتُکْمِلُوا الْعِدَّةَ یہاں حرفِ لام 'لام' تاکید ولزوم ہے۔ یعنی لازم ہے کہ بعد میں تعداد پوری کرو...... آگے فرمایا: وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ "اور تاکہ تم اپنے رب کی تکبیر کرو' اس کی کبریائی کا اظہار کرو اس پر کہ اس نے جو ہدایت تمہیں عطا فرمائی اور تم شکر گزار بن کر رہو"۔

عظمتِ قرآن کا ایک پہلو

یہ تکبیر کیا ہے اور یہ شکر کیا ہے؟ یہ کہ تم کو اندازہ ہو' شعور وادراک ہو کہ یہ قرآن اللہ کی کتنی عظیم نعمت اور کتنی بڑی دولت ہے! ــــ اب یہ بات سمجھنے کی ہے کہ اس نعمت اور دولت کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ کب اور کیسے ہوگا۔ یہ بات سطوت و عظمتِ قرآن سے متعلق ہے۔ ہمارے غور و فکر کے لئے اس آیت میں ایک اہم نکتہ ہے ــــ اس مقام پر قرآن مجید کو " هُدًى لِّلنَّاسِ" فرمایا گیا ہے۔ یعنی اسے تمام انسانوں کے لئے ہدایت قرار دیا گیا ہے' لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ سورۃ البقرہ کے بالکل آغاز میں اسی قرآن کے متعلق فرمایا جاتا ہے "هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ" "یہ متقیوں کے لئے ہدایت ہے"۔ اب ان دونوں باتوں میں جو ربط و تعلق ہے' اسے سمجھنا ہوگا۔

قرآن مجید میں بذاتہٖ اور فی نفسہٖ تو ہدایت کا سامان پوری نوعِ انسانی کے لئے موجود ہے' لیکن اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ اس سے ہدایت وہی حاصل کرے گا جس میں تقویٰ کی کچھ نہ کچھ رمق اور تلاشِ حق کی کچھ نہ کچھ طلب موجود ہو۔ یہ چیز ابوجہل میں نہیں تھی چنانچہ وہ قرآن کی ہدایت سے استفادہ نہیں کرسکا اور اس سے محروم رہا۔ ابولہب کیوں محروم رہا؟ اس لئے کہ اس میں بھی نہ تو تقویٰ کی کوئی رمق تھی اور نہ ہی خدا ترسی کا مادہ تھا۔ گویا ہدایت کی طلب ہی موجود نہیں تھی۔ تو جب تک طلب موجود نہ ہو کوئی استفادہ کیسے کرے! جب تک پیاس نہ لگے' اس وقت تک آپ کو پانی کی قدر و قیمت کا اندازہ ہی نہیں ہوسکتا۔ ہاں پیاس لگی ہوئی ہو اور پھر پانی کا ایک گھونٹ ملے تو معلوم ہوگا کہ یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ شدید بھوک لگی ہوئی ہو تو سوکھی روٹی بھی پراٹھا معلوم ہوگی۔ لیکن اگر بھوک نہیں ہے تو آپ چاہے سامنے شیرمال رکھ دیجئے' اس کی طرف طبیعت راغب

ہی نہیں ہوگی ـــــ پس معلوم ہوا کہ جب تک طلب نہ ہو اس وقت تک کسی شے کی قدر وقیمت کا احساس نہیں ہوتا۔ لہٰذا وہ طلب پیدا کرنے کے لئے تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے۔ اس روزے سے تمہارے اندر تقویٰ ابھرے گا۔ اب اس تقویٰ کی پونجی کو لے کر رات کو اپنے ربّ کے حضور کھڑے ہو جاؤ کہ تمہارے قلب پر اس قرآن کا نزول ہو۔ یہ بارانِ رحمت، یہ بارشِ جان افزاء جب تم پر برسے گی تب تم کو احساس ہوگا کہ یہ کتنی عظیم نعمت ہے، کتنی بڑی دولت ہے اور اللہ کا کتنا بڑا انعام اور احسان ہے کہ اس نے ہمیں یہ کلامِ پاک عطا فرمایا۔

آپ اس حقیقت سے یقیناً آگاہ ہوں گے کہ کلام متکلم کی صفت ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے یہ قرآن مجید کی صفت ہے۔ حروف و الفاظ کی صورت میں مصحف کے اندر لکھی ہوئی اللہ تعالیٰ کی صفتِ کلام ہمارے سامنے ہے۔ اس قرآن کے ذریعہ سے ہمیں اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ وہ ہم سے کلام فرما رہا ہوتا ہے اور ہم اس سے مناجات کر رہے ہوتے ہیں۔ یہی بات ہے جو بڑے دل نشین الفاظ میں علامہ اقبال نے ان اشعار میں کہی ہے

فاش گویم آنچہ دردل مضمر است
ایں کتابے نیست چیزے دیگر است
مثلِ حق پنہاں و ہم پیدا ست اُو
زندہ و پائندہ و گویاست اُو
چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود
جاں چو دیگر شد جہاں دیگر شود

(مفہوم) .... "اس کتاب کے بارے میں جو بات میرے دل میں پوشیدہ ہے، اسے اعلانیہ ہی کہہ گزروں! حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب نہیں کچھ اور ہی شے ہے! یہ ذات حق سبحانہ و تعالیٰ کا کلام ہے۔ لہٰذا اسی کے مانند پوشیدہ بھی ہے اور ظاہر بھی اور جیتی جاگتی بولتی بھی ہے اور ہمیشہ قائم رہنے والی بھی۔ یہ کتابِ حکیم جب کسی کے باطن میں سرایت کر جاتی ہے تو اس کے اندر ایک انقلاب برپا ہوجاتا ہے اور جب کسی کے اندر کی دنیا بدل جاتی ہے تو اس کے لئے پوری دنیا ہی انقلاب کی زد میں آجاتی ہے!"

آپ کو اس قرآنِ عظیم کی عظمت کا اگر کچھ اندازہ کرنا ہو تو اس تمثیل پر غور کیجئے جو سورۃ الحشر میں بیان ہوئی ہے۔ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ "اگر ہم نے اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتار دیا ہوتا (اور انسان کی طرح اس میں سمجھنے کا جوہر رکھا ہوتا) تو تم دیکھتے کہ وہ جھک جاتا اور پھٹ جاتا اللہ کے خوف سے "وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ" اور ہم یہ مثالیں لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ (اپنے رویہ اور اپنی حالت پر) غور و فکر کریں"۔

ہمارا رُوحانی وجود اور اس کے تقاضے

اب دیکھئے وہ مساوات (Equation) مکمل ہو گئی کہ قرآن مجید سے استفادہ کے لئے شرطِ لازم بھی تقویٰ ہے اور روزے کا مقصد بھی تقویٰ ہے۔ لہٰذا روزے سے تقویٰ حاصل کیجئے اور رات کو قرآن کی بارش اپنے اوپر برسائیے۔ تاکہ آپ کے اندر جو آپ کی روحِ ملکوتی ہے وہ اس سے نشو ونما حاصل کرے۔ وہ روح جو اللہ نے پھونکی تھی، بفحوائے الفاظِ قرآنی وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ (الحجر۲۹)" پس ہمارا ایک حیوانی وجود ہے اور ایک روحانی وجود۔ بقول شیخ سعدیؒ

آدمی زادہ طرفہ معجون است　　　از فرشتہ سرشتہ وَز حیواں

اس روحانی وجود سے ہم غافل رہتے ہیں۔ جبکہ حیوانی وجود کی بابت ہمیں ہر شے کی خبر ہے۔ پیٹ کھانے کو مانگتا ہے تو ہم دوڑ دھوپ کرتے ہیں۔ کوئی اور تقاضا ابھرتا ہے تو اس کو پورا کرنے کے لئے تگ و دو کرتے ہیں۔ لیکن روح سے غفلت رہتی ہے، وہ بے چاری سسکتی رہتی ہے، کمزور اور لاغر ہوتے ہوتے بے جان ہو جاتی ہے۔ اب رمضان میں ہمیں کیا کرنا ہے؟ یہ کہ عام دنوں کے عمل کو پلٹ دو۔ یعنی اس حیوانی وجود یعنی جسم کے تقاضوں کو ذرا دباؤ، ان میں کمی کرو، دن میں بطن و فرج کے تقاضوں پر پابندیاں اور قدغنیں لگاؤ۔ رویہ، اخلاق اور معاملات میں خاص طور پر چوکس اور چوکنے رہو۔ ان کے ضمن میں دین کے اوامر و نواہی پر شعوری طور پر عمل پیرا رہو۔ اللہ نے آسودگی اور خوشحالی دی ہے تو ہاتھ کو مزید کشادہ کرو۔ حاجت مندوں، مسکینوں اور فقراء کے زیادہ سے

زیادہ کام آؤ تاکہ حیوانی جبلتوں کا بوجھ روح پر سے کم ہو۔ پھر روح کی غذا کی طرف شعوری طور پر متوجہ ہو جاؤ اور وہ روحانی غذا کون سی ہے ؟ ---- کلامِ ربانی!

اس بات کو مزید سمجھ لیجئے ، ہمارا جسم کہاں سے بنا؟ مٹی سے !"مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ" یہ جسدِ خاکی زمین سے آیا ہے۔ چنانچہ اس کی غذا بھی اسی سے حاصل ہوتی ہے۔ ہماری تمام ضروریاتِ زندگی کی فراہمی زمین سے ہوتی ہے۔ بطور مثال غذا اور خوراک کو لے لیجئے ، وہ کہاں سے آتی ہے ، گندم اور دوسری اجناس کہاں سے آتی ہیں؟ آپ جو گوشت کھاتے ہیں ، وہ کہاں سے بنا ہے !اس بکری نے بھی تو زمینی نباتات کھائی ہیں جن سے گوشت بنا ہے۔ یہی معاملہ دودھ کا ہے۔الغرض ہمارے وجودِ حیوانی کے لئے ساری ضروریات وہیں سے فراہم ہوتی ہیں جہاں سے خود ہمارا یہ وجودِ حیوانی آیا ہے اور جو ہماری روح ہے ، یہ روحِ ملکوتی اس عالمِ خاکی کی شے نہیں ہے۔ یہ عالمِ ناسوت سے متعلق نہیں ہے۔ یہ عالمِ علوی سے ہے "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ" یہ روح عالمِ ملکوت سے آئی ہے ، اسی کی طرف اسے لوٹنا ہے۔ یہ روح امرِ ربّ ہے۔ "قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ"۔ اورامرِ ربّ کی تقویت کا سامان کلامِ ربّ ہے۔ وہ بھی وہیں سے آیا ہے۔

اعتصامش کُن کہ حبلُ اللہ اُوست

ایک بڑی پیاری حدیث ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عظمت و مقامِ قرآن کو اور اس کے حبل اللہ ہونے کی حیثیت کو بیان فرمایا ہے۔ معجم طبرانی کبیر میں حضرت جبیرؓ ابن مطعم سے روایت ہے کہ ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ مبارک سے برآمد ہوئے ، آپؐ نے دیکھا کہ مسجدِ نبوی کے ایک کونے میں کچھ لوگ بیٹھے قرآن پڑھ رہے ہیں اور پڑھا رہے ہیں۔ تدریس و تدرس کا سلسلہ جاری ہے۔ حضورؐ کے چہرۂ انور پر بشاشت اور خوشی کے آثار ظاہر ہوئے۔ حضورؐ ان کے پاس چل کر تشریف لے گئے اور ان صحابہ کرامؓ سے سوال کیا:

اَلَيْسَ تَشْهَدُوْنَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَّ الْقُرْاٰنَ جَاءَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ

"کیا تم اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ، وہ تنہا

ہے اور اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں؟ اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں
اور یہ کہ یہ قرآن اللہ کے پاس سے آیا ہے؟"

حضرت جبیرؓ آگے روایت کرتے ہیں کہ قُلْنَا بَلٰی یَارَسُولَ اللّٰہ "ہم نے عرض کیا، یقیناً ایسا ہی ہے، اے اللہ کے رسولؐ"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کی اس تصدیق و شہادت کے بعد فرمایا:

فَاَبْشِرُوا فَاِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ طَرَفُهٗ بِيَدِ اللّٰهِ وَ طَرَفُهٗ بِاَيْدِيْكُمْ

"پھر تو خوشیاں مناؤ، اس لئے کہ اس قرآن کا ایک سرا اللہ کے ہاتھ میں ہے
اور ایک سرا تمہارے ہاتھ میں ہے"۔

آگے ارشاد ہوا: تَمَسَّكُوا بِهٖ فَاِنَّكُمْ لَنْ تَهْلِكُوا وَلَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهٗ اَبَدًا "پس اسے مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھو (اگر تم نے ایسا کیا تو) اس کے بعد تم نہ کبھی ہلاک ہو گے اور نہ کبھی گمراہ"۔ اس حدیث شریف میں گویا حبل اللہ کی شرح موجود ہے کہ یہ قرآن حکیم ہے۔ اب اگر اس حدیث کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک مرفوع حدیث اور شامل کرلی جائے تو قرآن مجید کے حبل اللہ ہونے کی بات بالکل واضح اور مبرہن ہو جائے گی۔ وہ روایت کرتے ہیں: "قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتٰبُ اللّٰهِ هُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَمْدُودُ مِنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی کتاب ہی اللہ کی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک تنی ہوئی ہے"۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں .....

بہرحال اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ قرآن مجید، یہ کلام ربانی درحقیقت روح کے تغذیہ و تقویت کا سبب ہے۔ اب جبکہ اس روح کو اس کی اصل غذا ملے گی تو وہ اس سے از سرِ نو قوی اور توانا ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہو گی اور "اپنے مرکز کی طرف پرواز" کا نقشہ پیش کرے گی تو قلب کی گہرائیوں سے لازماً اللہ کے شکر کا چشمہ اُبل پڑے گا۔ پھر اس شکر کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ اس کا بڑا پیارا بیان اگلی آیت میں ہے۔ فرمایا:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ "اور اے نبیؐ! جب میرے بندے

میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو (آپ کہہ دیجئے) میں نزدیک ہی ہوں"۔
بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوال و جواب ایک علیحدہ سی بات ہے۔ صیام کے احکام سے اس کا کیا تعلق! لیکن غور کیجئے تو صاف سمجھ میں آ جائے گا کہ جب صیام و قیام کے نتیجہ میں ایک بندۂ مومن کی روح کو حیاتِ تازہ ملی اور جب اس کے قلب میں شکر کا جذبہ ابھرا تو اس کا عین تقاضا ہے کہ تعلق مع اللہ کے جوش و ولولہ میں شدت پیدا ہو۔ طبیعت میں اللہ سے مانگنے' اس سے سوال کرنے' اس کے آگے ہاتھ پھیلانے' اس کے سامنے گڑگڑانے' اس سے استغفار کرنے' اس سے عفو و مغفرت طلب کرنے' اس کی طرف رجوع کرنے اور اپنی خطاؤں' معصیتوں اور لغزشوں سے توبہ کرنے کے جذبات موجزن ہوں۔ گویا اب بندہ اللہ کی طرف ہمہ تن اور پوری یک سوئی سے متوجہ ہوا۔ اب فطری طور پر دل میں سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ میرا ربّ مجھ سے کتنا دور ہے؟

لہٰذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ اے نبی جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے دریافت کریں تو میری طرف سے ان سے کہہ دیجئے فَاِنِّی قَرِیۡبٌ "کہ میں نزدیک ہی ہوں ...." یہ ہے ایک بندۂ مومن کے ہمہ تن متوجہ ہونے کا نتیجہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب نبی کی زبانی کہ جن کو مشرکین و کفارِ مکہ تک الصادق اور الامین جانتے اور مانتے تھے' اہلِ ایمان کو اپنی قربت کی یقین دہانی کرا رہا ہے۔ ہماری سب سے بڑی کمزوری اور بیماری ہماری غفلت ہے۔ ہماری توجہ اللہ کی طرف نہیں بلکہ دنیا کی طرف اور اپنے نفس کی طرف ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جانا ہی در حقیقت ہماری ہدایت کا اصل راز ہے۔ جب روح کو کلامِ ربانی سے از سرِ نو تقویت حاصل ہوتی ہے اور وہ اپنے ربّ کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو اسے بہت قریب پاتی ہے۔ چنانچہ فرمایا: "وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ" کہ اے نبیؐ' جب میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں تو ان کو بتا دیجئے کہ میں قریب ہوں' کہیں دُور نہیں ہوں ——— اپنے ربّ کو ڈھونڈنے کے لئے اس سے مناجات کرنے کے لئے اس سے راز و نیاز کرنے کے لئے' اس سے عرض و معروض کرنے کے لئے' اس سے طلب کرنے کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہے' وہ بالکل قریب ہے۔ ساتھ ہی فرمایا: اُجِیۡبُ دَعۡوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ "میں تو ہر پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں جب مجھے پکارے"

ـــــــ یہ تو تم ہو کہ ہماری طرف رخ نہیں کرتے اور متوجہ نہیں ہوتے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں!
راہ دکھلائیں کسے رہرو منزل ہی نہیں!

پھر یہ تو ہر شب کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ رات کے پچھلے پہر اللہ تعالیٰ سمائے دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور پھر ایک صدا ہوتی ہے' ندا لگتی ہے۔

هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَيُعْطٰى؟ هَلْ مِنْ دَاعٍ فَيُسْتَجَابُ لَهٗ؟ هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَيُغْفَرُلَهٗ؟ ـــــــ "ہے کوئی مانگنے والا کہ اسے عطا کیا جائے؟ ہے کوئی پکارنے والا کہ اس کی دعا قبول کی جائے؟ ہے کوئی گناہوں سے مغفرت چاہنے والا کہ اس کی مغفرت کی جائے" (رواہ مسلم عن ابی ہریرہؓ)

معلوم ہوا کہ ہم اللہ سے غائب ہیں وہ تو غائب نہیں۔ میں نے دسویں جماعت میں عربی کے کورس میں ایک نظم پڑھی تھی' اس کے چند اشعار بڑے پیارے ہیں:

اَغِيبُ وَذُو اللَّطَائِفِ لَا يَغِيبُ　　وَاَرْجُوهُ رَجَاءً لَا يَخِيبُ
كَرِيمٌ مُنْعِمٌ بَرٌّ لَطِيفٌ　　جَمِيلُ السِّتْرِ لِلدَّاعِي مُجِيبُ
فَيَا مَلِكَ الْمُلُوكِ اَقِلْ عِثَارِي　　فَاِنِّي عَنْكَ اَنْاَتْنِي الذُّنُوبُ

"میں غائب ہو جاتا ہوں وہ صاحبِ الطاف و کرم تو غائب نہیں ہوتا' میں نے اس سے ایسی آس لگا رکھی ہے جو یاس میں نہیں بدلتی۔ وہ کریم ہے' عطا کرنے والا ہے' نہایت مہربان ہے' لطیف ہے۔ بڑی خوبصورتی سے پردہ پوشی کرنے والا ہے' پکارنے والے کی دعا قبول کرنے والا ہے۔ پس اے بادشاہوں کے بادشاہ! میری لغزشوں سے درگزر فرما' مجھے تو میرے گناہوں نے تجھ سے دور کر دیا!

اللہ سے دُوری کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم اس کی طرف متوجہ نہیں ہیں۔ وہ تو ہر جگہ ہر آن موجود ہے۔ ہماری توجہات کسی اور طرف ہیں ۔ آپ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں۔ **اِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيفًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ**○ "میں نے متوجہ کر لیا ہے اپنے چہرے کو اسی

(اللہ) کی طرف جس نے بنائے آسمان اور زمین۔ سب سے یک سو ہو کر اور میں نہیں ہوں مشرکوں میں سے۔" یہ دوسری بات ہے کہ یہ الفاظ کہہ دینے کے باوجود اللہ کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ توجہ اپنے حساب کتاب میں رہتی ہے' دماغ اپنے دنیوی معاملات ہی کی چکّی میں پستا رہتا ہے۔

مختصراً یہ کہ رمضان و قرآن اور صیام و قیام' ان سب کا جو مشترک نتیجہ نکلے گا' وہ یہ ہے کہ تمہاری روح بیدار ہو گی' تقویت پائے گی اور اللہ کی طرف متوجہ ہو گی۔ تو اس کے لئے خوشخبری ہے کہ میں کہیں دُور نہیں ہوں' مجھے تلاش کرنے کے لئے کہیں بیابانوں میں جانے کی اور پہاڑوں کی غاروں میں تپسیائیں کرنے کی ضرورت نہیں ہے' میں تو تمہارے بالکل قریب ہی ہوں۔ گویا۔

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار — جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

تمام قدیم مذاہب میں اللہ کے ساتھ بندوں کے ربط و تعلق کا مسئلہ ہمیشہ ایک لاینحل گُتھی بنا رہا ہے۔ اکثر کے نزدیک تو اللہ اتنا دُور اور بندوں سے اتنا بعید ہے کہ اس تک براہ راست رسائی گویا ممکن ہی نہیں۔ چنانچہ ایسے تمام مذاہب نے اللہ کے دربار تک رسائی کے لئے بے شمار واسطے اور وسیلے گھڑ لئے ہیں اور ناقابلِ فہم مشرکانہ نظام بنا لئے ہیں۔ قرآن نے اس وہم کو دور کر کے صاف صاف بتا دیا ہے کہ تم جسے دُور سمجھ رہے ہو' وہ ہرگز دور نہیں ہے' تمہارے بالکل قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے لئے کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے' جب چاہو اور جہاں چاہو اس سے ہم کلام ہو جاؤ۔ اقبال نے اپنی ایک نظم میں نقشہ کھینچا ہے کہ اللہ کا ارشاد ہے کہ یہ جو میرے دربان بن کر بیٹھ گئے ہیں کہ ان کو خوش کئے بغیر مجھ تک رسائی نہیں ہو سکتی' یہ سب ڈھکوسلہ ہے۔ ان کو ہٹا دو' میرا دربار ہر ایک کے لئے ہر وقت کھلا ہوا ہے۔ یہاں کسی کے لئے کوئی قدغن نہیں' خلوص و اخلاص کے ساتھ جب اور جہاں چاہو مجھے پکارو اور مجھ سے جو چاہو مانگو ۔

کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پردے
پیرانِ کلیسا کو کلیسا سے اٹھا دو!

یہ نہیں ہے کہ تمہاری دعا کسی پوپ' کسی پادری' کسی پروہت' کسی پجاری' کسی پنڈت یا کسی پیر ہی کی وساطت سے مجھ تک پہنچ سکتی ہے! دیکھئے عجب اتفاق ہے کہ اللہ اور بندے کے درمیان حائل ہونے والے سب مہارشوں کے نام "پ" ہی سے شروع ہوتے ہیں تو ان سب خود ساختہ واسطوں اور وسیلوں کو درمیان میں سے ہٹا دو۔ اللہ کا ربط و تعلق بندے کے ساتھ براہِ راست ہے۔ یہاں کسی واسطے کی ضرورت ہے ہی نہیں! اس تعلق کے مابین حجاب ہم خود ہیں۔ ہماری حرام خوری ہے جو حجاب بنی ہوئی ہے۔ ہماری غفلتیں ہیں جو حجاب بنی ہوئی ہیں۔ اپنی غفلتوں کا پردہ چاک کیجئے اور آج اللہ کی جناب میں توبہ کیجئے! وہ ہر آن' ہر لحظہ تمہاری دعا کو سننے والا ہے۔ وہ ہمیشہ ہی قریب رہتا ہے اور رمضان میں تو اس عموم میں خصوص پیدا ہو جاتا ہے۔ ذرا سوچئے تو سہی کہ آیتِ مبارکہ کے اس حصہ میں ہمارے لئے کتنی بشارت' تسلی' تسکین اور راحت کا سامان رکھ دیا گیا ہے۔ اس میں انسان کے لئے آزادی کا کیسا پیغام ہے! آپ کو معلوم ہے کہ دنیا میں انسانی حقوق کے منشور (MAGNACHRATA) کی بہت دھوم ہے' جب کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بڑا میگنا کارٹا اور کوئی نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ربط و تعلق' اس سے فریاد' اس سے استغاثہ' اس سے حاجت روائی کی درخواست میں کوئی "پ" سے شروع ہونے والا' جن کی فہرست میں گنوا چکا ہوں' حائل نہیں ہے۔

میں صوفیائے کرام کے سلسلہ ارشاد کی نفی نہیں کر رہا۔ کوئی خدا ترس مرشد ہو' جو قرآن و سنت کی روشنی میں تزکیہ نفس کرنے اور صحیح طور پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے صراطِ مستقیم پر چلانے والا ہو تو **کُونُوامع الصادقینؔ** کی قرآنی ہدایت کے مطابق ایسے مرشدین سے ضرور فیض حاصل کرنا چاہئے۔ لیکن ہمارے یہاں پیری مریدی کا جو عام اور غلط تصور رائج ہو گیا ہے اس کے اعتبار سے میں اس کی نفی کر رہا ہوں۔

یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے ہمیں خوش خبری دی جا رہی ہے: **وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ**" آپ کو معلوم ہو گا کہ دعا کے لئے وضو بھی شرط نہیں' آپ حالتِ ناپاکی میں بھی دعا مانگ سکتے ہیں۔ دعا پر کوئی قدغن نہیں ہے۔ آپ ہر حال میں اپنے ربّ کے حضور

دستِ سوال دراز کر سکتے ہیں۔

البتہ ایک بات ملحوظ رہے۔ آیت کے اس حصہ میں پکارنے والے کی ہر پکار سننے اور جواب دینے کا ذکر ہے۔ یہاں یہ شبہ لاحق نہ ہو کہ ہر دعا کے قبول کرنے کا حتمی وعدہ بھی ہے۔ بچارے بندے کو کیا خبر کہ وہ جو دنیوی چیز اللہ سے مانگ رہا ہے' اس میں اس کے لئے خیر ہے یا شر! کون سی شے اس کے حق میں مفید ہو گی اور کون سی مضر! دعائیں وہی قبول ہوں گی جو اللہ کی رحمت و حکمتِ مطلقہ کے منافی نہیں ہوں گی۔ لیکن نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خوش خبری دی ہے کہ بندہ مومن کی کوئی دعا نہ تو رد ہوتی ہے' نہ ضائع۔ وہ جس چیز کے لئے دعا کرتا ہے اگر وہ اللہ تعالیٰ کے علم کاملہ میں بندے کے حق میں مفید ہوتی ہے تو اسے وہی عطا کر دی جاتی ہے۔ یا پھر اس سے بہتر چیز عنایت ہو جاتی ہے۔ یا پھر اللہ ربّ الکریم اس دعا کو بندے کے حق میں نیکی قرار دے کر اس کے اجر و ثواب کو آخرت کے لئے محفوظ فرما لیتے ہیں اور اس دعا کے عوض اس کے نامۂ اعمال میں سے بہت سی برائیوں کے داغ دھو دیئے جاتے ہیں۔ الغرض بندۂ مومن کی کوئی دعا ضائع نہیں ہوتی۔ وہ کسی نہ کسی صورت میں قبول ہوتی ہے۔

قبولیتِ دُعا کی دو شرائط

اب اس آیتِ مبارکہ کا اگلا حصہ پڑھیے۔ اس میں دو شرطوں کا بیان آ رہا ہے۔ پہلی یہ کہ "فَلۡيَسۡتَجِيبُوا لِيۡ" اور دوسری یہ کہ "وَلۡيُؤۡمِنُوا بِيۡ" ان دونوں کو سمجھنا ہو گا۔ پہلی شرط میں فرمایا کہ میرے بندوں کو بھی چاہئے کہ میرا حکم مانیں' میری پکار پر لبیک کہیں۔ میں جب پکاروں فوراً حاضر ہو جائیں' جس چیز کا حکم دوں بجا لائیں' جس کام سے اور جس چیز سے روک دوں' رک جائیں۔ "فَلۡيَسۡتَجِيبُوا لِيۡ" "پس انہیں بھی چاہئے کہ میرے احکام قبول کریں"۔ یکطرفہ معاملہ (Oneway Traffic) نہیں چلے گا۔

آپ کو قرآن مجید میں یہ بات متعدد جگہ ملے گی کہ اللہ تعالیٰ یک طرفہ معاملہ نہیں فرماتا۔ جیسے سورۃ البقرہ میں فرمایا: اَوۡفُوۡا بِعَهۡدِیۡۤ اُوۡفِ بِعَهۡدِكُمۡ "اور تم اس عہد کو پورا کرو جو تم نے مجھ سے کیا ہے' میں اس عہد کو پورا کروں گا جو میں نے تم سے کیا ہے" اور جیسے سورۃ ابراہیم میں فرمایا: لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ وَلَئِنۡ كَفَرۡتُمۡ

(باقی صفحہ ۶۵ پر)

رزق و مال
قرآن و حدیث کی روشنی میں

مولانا محمد طاسین
صدر مجلس علمی، کراچی

کافی کچھ پڑھنے اور سوچنے کے بعد میں اس نتیجہ تک پہنچا ہوں کہ اسلام کے معاشی نظام کو صحیح طور پر سمجھنے، اس کی قدر و قیمت کا ٹھیک اندازہ لگانے اور اس پر دلجمعی و ثابت قدمی کے ساتھ عمل کرنے کے لئے جن امور کا جاننا ضروری ہے ان میں سے ایک وہ ہدایات بھی ہیں جو زرق و مال کے مختلف پہلوؤں سے متعلق قرآن مجید میں بیان ہوئی ہیں اور جن کو اسلام کے معاشی اصول و ضوابط اور اقتصادی افکار و تصورات میں پوری طرح ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اور چونکہ عام طور پر مسلمان بھی ان کو اچھی طرح نہیں جانتے، لہٰذا مناسب معلوم ہوا کہ رزق و مال کے متعلق قرآن حکیم میں جو کچھ فرمایا گیا ہے اسے ایک مضمون کی صورت میں پیش کر دیا جائے۔

رزق و مال کے متعلق یہ بات قطعی اور بدیہی ہے کہ اس کے بغیر کوئی انسان اپنی طبعی عمر تک نہ سکون و اطمینان کے ساتھ زندہ رہ سکتا ہے نہ اپنے متعلقہ فرائض و واجبات ٹھیک طریقہ سے ادا کر سکتا ہے جو مختلف حیثیات سے اس پر عائد ہوتے اور جن کی صحیح ادائیگی پر معاشرے کے قیام و بقاء، نشوونما اور تمدن کی تعمیر و ترقی کا دارومدار ہوتا ہے اور نہ اپنی خلافتی صلاحیتوں کو بروئے کار لا سکتا اور نہ اپنے وہ مدارجِ ارتقاء طے کر سکتا ہے جو اخلاقی و روحانی طور پر اس کے لئے ممکن اور مقدر ہوتے ہیں۔ وہ سب اشیاء رزق و مال ہی تو ہوتی ہیں جن سے انسان کے غذا، لباس اور رہائش وغیرہ کے طبعی و جبلی تقاضے پورے ہوتے اور اسے سکون کے ساتھ زندہ رہنے کا موقع ملتا ہے۔ اسی طرح وہ تمام چیزیں بھی رزق و مال کی تعریف میں آتی ہیں جن کے بل بوتے پر آدمی اپنی گوناگوں اجتماعی و معاشرتی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوتا اور اپنے دینی فرائض انجام دیتا ہے۔ نیز

جن مالی احسانات اور صدقات کے ذریعے انسان کو اخلاقی و روحانی عظمت و برتری اور اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل ہوتی ہے وہ بھی تو رزق و مال ہی کی بدولت ممکن ہوتے ہیں۔ اور چونکہ قرآن مجید یہ چاہتا ہے کہ ہر انسان کو اس کی طبعی عمر تک پائیدار امن و اطمینان کے ساتھ زندہ رہنے' اپنے متعلقہ فرائض و وظائف خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دینے اور اپنی فطری صلاحیتوں کے مطابق ترقی کرنے اور آگے بڑھنے کا موقع ملے' لہٰذا اس کے نزدیک رزق و مال کی جو ضرورت انسان کے لئے ہو سکتی ہے وہ کسی دلیل اور بیان کی محتاج نہیں۔ قرآن مجید انسان کے لئے رزق و مال ضرورت اور اہمیت کو تسلیم کرتا ہے۔ اس کا اظہار اس کی ان بکثرت آیات سے بخوبی ہوتا ہے جن میں مختلف اسالیب سے رزق و مال کا ذکر اور اس کے متعلق واضح ہدایات ہیں۔ متفرق قرآنی آیات میں ایک سو بائیس مرتبہ رزق کا اور چھیاسی مرتبہ مال کا ذکر ہے۔ نیز تیئس جگہ رزق و مال کو لفظ "فضل" اور پانچ مقامات پر لفظ "خیر" سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

رزق و مال کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا اس مضمون کا اصل مقصد ان ہدایات کو پیش کرنے کی کوشش کرنا ہے جو رزق و مال کے مختلف پہلوؤں سے متعلق قرآن مجید میں پائی جاتی ہیں' لیکن اصل مقصد سے پہلے مناسب اور مفید سمجھتا ہوں کہ کچھ وہ تعریفات و تعبیرات بھی عرض کر دوں جو رزق و مال کے لغوی اور اصطلاحی مفہوم و مطلب کے متعلق علماءِ کرام نے تحریر فرمائی ہیں۔ پہلے لفظ "الرزق" کو لیجئے' اس کے متعلق علماءِ لغت میں علامہ فیروز آبادی اپنی کتاب "قاموس المحیط" میں لکھتے ہیں[1]: "الرِّزقُ مایُنْتَفعُ بِہ" یعنی رزق وہ شئے ہے جس سے نفع اٹھایا جا سکتا ہو۔ کتاب مذکور کی شرح "تاج العروس" میں رزق کے متعلق علامہ الزبیدی نے یہ بھی لکھا ہے[2]: "قِیلَ الرِّزقُ ھُوَ مایَسُوقہ اللہُ تعالٰی اِلَی الحَیوانِ لِلتغذّی ای مَابِہ قَوامُ الجسمِ و نماؤہٗ" کہ رزق وہ چیز ہے جو اللہ تعالٰی حیوان کو غذا کے لئے بہم پہنچاتا ہے یعنی جس سے حیوانی جسم کو قوت

---

[1] القاموس المحیط' ج ۳' ص ۲۲۵ [2] تاج العروس' ج ۶' ص ۳۵۵

اور نشوونما ملتی ہے۔ لسان العرب لابن منظور افریقی اور الصحاح للجوھری میں بھی رزق کے معنے "مَا یُنتَفَع بِہٖ" لکھے ہیں[۳] یعنی ہر وہ شے اور چیز جس سے نفع حاصل کیا جائے۔ علامہ راغب اصبہانی نے اپنی جلیل القدر کتاب "المفردات فی غریب القرآن" میں رزق کی تشریح میں لکھا ہے۔ "**الرِزقُ یُقال لِلعَطاءِ الجاری تارۃً دُنیوِیًا کان اَوْ اُخروِیًا لِلنَّصیبِ تارۃً 'وَلِمَایَصِل اِلَی الجوف و یتغذّی بِہٖ تارۃً**"[۴] یعنی رزق کبھی اس عطیے کو کہا جاتا ہے جو مقدر اور جاری ہو خواہ دنیوی ہو یا اخروی، کبھی نصیب اور حصے کو کہا جاتا ہے اور کبھی اس غذائی شے کو کہا جاتا ہے جو پیٹ میں پہنچتی اور سببِ غذا بنتی ہے۔ پھر کچھ آگے لکھا ہے: **قِیلَ عَنِی بِہٖ الاَغذِیۃ وَ یُمکِن اَنْ یَحمِل عَلَی العموم فِیما یُؤکَل وَیُلبَس ویُستعمَل وَکُلّ ذٰلک مِمّایَخرُج مِنَ الاَرضِ**"۔ اور کہا گیا ہے کہ رزق سے مراد غذائی اشیاء ہیں اور یہ بھی ممکن ہے اس سے مراد وہ عام اشیاء ہوں جو کھانے پینے، پہننے پوشنے اور دیگر استعمال میں آتی ہیں اور زمین سے نکلنے والی تمام چیزیں۔

"کشاف اصطلاحات الفنون" میں علامہ محمد اعلیٰ تھانوی نے رزق کی چند تعریفات نقل فرمائی ہیں[۵] اوّل: "**الرِّزقُ مایَترَبّی بِہِ الحیوانات مِن الاَغذِیَۃِ والاَشرِبَۃ**" کہ رزق کھانے پینے کی وہ اشیاء ہیں جن کے ذریعے حیوانات پلتے اور پرورش پاتے ہیں۔ دوم: **اَلرِّزقُ ھُوَ مایَسُوقُہُ اللّٰہُ تعالیٰ اِلَی الحیوانِ فیَاکُلُہٗ**" کہ رزق ہر وہ شئے ہے جو اللہ تعالیٰ حیوان کو بہم پہنچاتا، پس وہ اسے کھاتا ہے۔ سوم، جو اشاعرہ متکلمین کے حوالہ سے ہے: "**الرِّزقُ ما ساقَہُ اللّٰہُ تعلیٰ اِلَی الحیوانِ فَانتَفعَ بِہٖ بِالتَّغذِّیِ اَوغیرِہ مُباحًا کانَ اَوحَرامًا**" یعنی رزق وہ شئے ہے جو اللہ تعالیٰ حیوان کو بہم پہنچاتا اور حیوان کھانے پینے وغیرہ کے ذریعے اس سے فائدہ اٹھاتا ہے خواہ وہ شئے مباح ہو یا حرام۔ چہارم جو معتزلہ کی طرف منسوب کی گئی ہے: "**اَلرِّزقُ ما لا یُمتَنع شَرعًا الاِنتِفاعُ بِہٖ**" رزق وہ چیز ہے جس سے نفع اٹھانا شرعًا ممنوع نہ ہو۔

سید الشریف علی الجرجانی نے اپنی کتاب "التعریفات" میں رزق کی تعریف ان

۳۔ لسان العرب، ج ۱۱، ص ۴۰۵ ۴۔ المفردات فی غریب القرآن، ص ۱۹۳

۵۔ کشاف اصطلاحات الفنون، ج ۱، ص ۵۸۱

الفاظ سے لکھی ہے: "اَلرِّزقُ اِسم لِمایَسُوقُہُ اللّٰہ تعالیٰ اِلَی الحیوانِ فَیَأکُلُہُ فَیَکُون مُتَناوِلًا لِلحلالِ وَالحرامِ"[۱] رزق نام ہے ہر اس شئے کا جس کو اللہ تعالیٰ حیوان تک پہنچاتا ہے پس وہ اسے کھاتا ہے' چنانچہ اس میں حلال اور حرام دونوں شامل ہیں۔

علامہ ابو البقاء نے اپنی مشہور کتاب "الکلیات" میں رزق کے متعلق لکھا ہے:

"اَلرِّزقُ ھُوَ یُقال لِلعَطاءِ الجارِی دُنیَوِیًا کانَ اَو دِینیًا' وَلِلنَّصِیبِ' ولِمَا یَصِلُ اِلَی الجوفِ و یُتَغذّٰی بِہ"[۲] یعنی رزق اس عطیے کو بھی کہا جاتا ہے جو مقرر ہو' خواہ وہ دنیوی ہو یا دینی' اور نصیب و حصے کو بھی کہا جاتا ہے اور اس چیز کو بھی جو حیوان و جانور کے پیٹ میں پہنچتی اور سبب غذا بنتی ہے۔

علامہ ابنِ خلدون نے "مقدمہ تاریخ" میں رزق کے متعلق ایک خاص بات یہ بھی لکھی ہے[۳] کہ انسان کی صرف وہی اشیاء اس کا رزق کہلا سکتی ہیں جو اس کے ذاتی صَرف و استعمال میں آ جاتی ہیں اور جن سے وہ فائدہ اٹھا لیتا ہے' چنانچہ مرنے والا جو نفع بخش اشیاء اپنے پیچھے چھوڑتا ہے وہ اس کی نسبت سے رزق نہیں بلکہ اس کے ورثاء کی نسبت سے رزق کا مصداق ہوتی ہیں' جب وہ ان کو اپنے استعمال میں لاتے اور ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

رزق سے متعلق مذکورہ بالا عبارات میں سے بعض یہ بتلاتی ہیں کہ رزق صرف کھانے پینے کی غذائی اشیاء کا نام ہے جو جاندار کے پیٹ میں پہنچتی' ہضم ہو کر جزوِ بدن بنتی اور اس کو تقویت اور نشوونما دیتی ہیں اور بعض سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رزق کے مفہوم میں وہ تمام اشیاء داخل ہیں جن سے جاندار کی کوئی ضرورت و حاجت پوری ہوتی اور اسے فائدہ پہنچتا ہے' خواہ وہ غذائی اشیاء ہوں یا پہننے یا پوشنے کے لباس' رہنے سہنے کے مکان اور استعمال کے مختلف سازو سامان ہوں' ضرورت کے درجہ کے ہوں یا راحت و آسائش اور تعیش و تنعم کے درجہ کے۔ اسی طرح بعض تعریفوں کے مطابق رزق میں حلال اور حرام دونوں قسم کی چیزیں داخل ہیں اور بعض کے مطابق وہی چیزیں جو شرعًا مباح و حلال ہیں۔ رزق کی طرح مال کی بھی مختلف کتابوں میں مختلف و متعدد تعریفیں لکھی

---

[۱] التعریفات' ص ۹۷ [۲] الکلیات' ص ۱۹۴ [۳] المقدمہ لابن خلدون' ص ۲۰۸

گئی ہیں، مثلاً لغت کی بڑی کتابوں، جیسے لسان العرب [۹] اور تاج العروس [۱۰] میں مال کی تعریف یہ ہے کہ: "اَلمالُ ما مَلکتَہٗ مِن کُلّ شیئٍ" کہ مال ہر وہ شئے ہے جس کا تُو مالک اور جو تیری ملکیت میں ہو۔ کشاف اصطلاحات الفنون میں فقہاء کے حوالے سے مال کی تعریف یہ کی گئی ہے: "المَالُ مایَمیل اِلَیہ الطّبعُ و یَجرِی فِیہ البَذلُ وَالمَنعُ" [۱۱] یعنی مال وہ ہے جس کی طرف طبیعت مائل ہوتی اور جو خرچ کیا اور بچایا جا سکتا ہو۔ ایک اور تعریف جو کتابِ مذکور میں جامع الرموز کے حوالہ سے لکھی گئی ہے یہ کہ: "المالُ ما یُدّخرُ عِندَ الحاجۃِ" [۱۲] مال وہ ہے جو بوقتِ حاجت ذخیرہ کیا جا سکتا ہو۔ کتاب دستور العلماء میں مال کی تعریف ان الفاظ سے کی گئی ہے: "المال مِن شانِہ اَنْ یُدّخر لِلاِنتِفاعِ بِہ وقتَ الحاجۃ۔" [۱۳] مال کی شان اور صفت یہ ہے جسے ضرورت کے وقت فائدہ اٹھانے کے لئے ذخیر کیا جا سکتا ہو۔

بعض کتابوں میں مال کی چند اور تعریفیں بھی نقل کی گئی ہیں مثلاً اوّل: المالُ کُلّ مایَتَمَلّکہُ الانسانُ"۔ مال ہر وہ چیز ہے جسے انسان اپنی ملکیت میں لیتا ہے۔ دوم: "المال کُلّ ما یُمکِن حیازَتُہ والاِنتِفاعُ بِہ علیٰ وَجہِ المُعتَاد" مال ہر وہ شئے ہے جس کا جمع و محفوظ کرنا اور جس سے معتاد طریقہ پر فائدہ اٹھانا ممکن ہو۔ سوم: "المالَ کُلّ ما یَرغَبُ النّاسُ فی اِقتِنائِہ واِمتِلاکِہ مِنَ الاَشیاءِ" مال وہ تمام اشیاء ہیں جن کو ذخیرہ اور جمع کرنے اور اپنی ملکیت میں لینے کی لوگوں کے اندر رغبت و چاہت پائی جاتی ہے۔ چہارم: "اَلمالُ شیءٌ یَنتَفِع بِہ نوعُ الانسانِ ویَحتاجُ اِلیہ" مال وہ شئے ہے جس سے نوعِ انسان فائدہ اٹھاتی اور جس کی طرف محتاج ہوتی ہے۔

مال کے متعلق مذکورہ عبارات و تعریفات سے واضح ہوتا ہے کہ مال کا مصداق ایسی تمام اشیاء ہیں جو اپنے اندر انسان کے لئے کوئی منفعت اور اس کی کسی حاجت و ضرورت کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں اور جن کو انسان اپنے لئے محفوظ اور ذخیرہ کرنا اور

---

۹ لسان العرب، ج ۱۴، ص ۱۵۸
۱۰ تاج العروس، ج ۸، ص ۱۳۱
۱۱ کشاف اصطلاحات، ص ۱۳۵۱
۱۲ کشاف اصطلاحات، ص ۱۳۵۱
۱۳ دستور العلماء، ج ۳، ص ۱۸۸

اپنی ملکیت میں لینے کی خواہش رکھتا ہے۔ گویا مال کے لئے تین اوصاف کا ہونا ضروری ہے۔ ایک منفعت بخش ہونا، دوم قابلِ ذخیرہ ہونا اور سوم قابلِ ملکیت اور کسی کی ملکیت میں ہونا۔

قرآن حکیم کا تصوّرِ رزق و مال

رزق اور مال کے لغوی اور اصطلاحی معنی و مفہوم کی وضاحت کے بعد اب میں اصل مقصد کی طرف آتا ہوں۔ یعنی یہ کہ رزق اور مال کے متعلق قرآن مجید میں جو افکار و تصورات ہیں وہ کیا ہیں؟

نظامِ رزق اللہ کی ربوبیت کا مظہر ہے

اس سلسلہ میں قرآن مجید کے مطالعہ سے جو پہلی حقیقت ابھر اور نکھر کر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ کائناتِ عالَم میں رزق کا جو عجیب و غریب نظام و انتظام ہے جسے ہر انسان دیکھتا اور محسوس کرتا ہے یہ نظام و انتظام اللہ ربّ العزت کی طرف سے ہے جو ہر شے اور ہر جاندار کا ربّ اور رزّاق ہے۔ اس کی صفتِ ربوبیت اور رزّاقیت کا تقاضا ہے کہ کائنات میں وہ سب کچھ موجود ہو جس سے ہر جاندار کو رزق اور سامانِ پرورش و نشوونما مل سکتا ہو، اور یہ کہ اللہ ربّ العالمین کا منشا یہ ہے کہ کوئی جاندار اور کوئی انسان اپنی زندگی میں رزق و روزی سے محروم نہ رہے۔

جن قرآنی آیات سے مذکورہ حقیقت منکشف ہوتی ہے وہ کثیر التعداد ہیں۔ ان میں سے بطورِ مثال چند آیات ملاحظہ فرمائیے۔ سورۃ البقرہ کے تیسرے رکوع کی ابتدائی آیات ہیں:

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ○ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِہٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ (آیات ۲۱،۲۲)

"اے انسانو، عبادت کرو تم اپنے اس رب و پروردگار کی جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم متقی بن جاؤ، (اپنے اس رب کی عبادت) جس نے زمین کو تمہارے لئے فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی برسایا، پس نکالے (اور اگائے) اس کے ذریعے طرح طرح کے پھل اور غلے تمہارے رزق کے لئے"۔

آگے سورۂ ابراہیم میں بھی ایک آیت کے بعینہٖ یہی کلمات ہیں:

وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ

"اور اللہ نے آسمان سے بارش برسائی، پس اس کے ذریعے مختلف قسم کے پھل میوے پیدا کئے تمہارے رزق کے لئے۔"

سورۂ سبا کی آیت ہے:

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ (آیت ۲۴)

"ان سے پوچھئے کہ وہ کون ہے جو تمہیں آسمان و زمین سے رزق دیتا ہے؟ کہہ دیجئے وہ صرف اللہ ہے"۔

سورۂ ھود کی آیت ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا

"اور نہیں ہے زمین میں رینگنے چلنے والا کوئی جانور مگر اللہ کے ذمہ پر ہے اس کا رزق"۔

سورۃ العنکبوت کی آیت ہے:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَ اِيَّاكُمْ

"اور کتنے ہی ہیں زمین میں رینگنے والے جانور جو نہیں اٹھائے رکھتے اپنا رزق، اللہ ہی ان کو بھی رزق دیتا ہے اور تم کو بھی"۔

یہ چند آیات بطور مثال ہیں، ورنہ قرآن مجید میں کثرت سے ایسی آیات ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ کائنات میں فی الواقع رزق کا عجیب و غریب نظام ہے جو اللہ رب العٰلمین اور رزاقِ کُل کی جانب سے ہے، اور یہ کہ وہ سب جانداروں اور تمام انسانوں کے انتفاع

واستفادہ کے لئے ہے۔ قرآن مجید میں اسّی (۸۰) سے زیادہ مقامات پر ایسے کلمات ہیں جن میں صراحت کے ساتھ رزق دینے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی صفتِ رزّاقیت پر دلالت کرتے ہیں۔ تیرہ مقامات پر **رَزَقْنٰهُمْ** سات مقامات پر **رَزَقْنٰكُمْ** نو جگہ **رَزَقَكُمُ اللّٰهُ** چار جگہ **رَزَقَهُمُ اللّٰهُ** پانچ مقامات پر **يَرْزُقُكُمْ** چار مقامات پر **يَرْزُقُ** ' ایک مقام پر **تَرْزُقُ** تین جگہ **نَرْزُقُ** ' ایک جگہ **يَرْزُقُهٗ** ' ایک جگہ **يَرْزُقُهَا** ' ایک مقام پر **رَزَقْنٰهُ** ' ایک جگہ **اُرْزُقْنِی** ' ایک جگہ **اُرْزُقْنَا** ' ایک جگہ **اُرْزُقْهُمْ** کلمات مذکور ماضی' مضارع اور امر کی صورت میں فعلی صیغے ہیں اور سب میں فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔

اسی طرح نو مقامات پر **يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ** ' ایک مقام پر **بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ** ' ایک جگہ **اَخْرَجَ مِنْ رِزْقٍ** ' ایک جگہ **اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ رِزْقٍ** ' ایک مقام پر **وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ** ' ایک مقام پر **عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ** پانچ مقامات پر **وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ**○ اور ایک مقام پر **اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ** وارد ہوا ہے۔

اسی طرح قرآن مجید کی وہ سینکڑوں آیات جن میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیتِ عامہ کا بیان ہے اللہ تعالیٰ کی صفتِ رزّاقیت پر بھی دلالت کرتی ہیں۔ اس لئے کہ رزّاقیت' ربوبیت کا جزو اور لازمی حصہ ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی جاندار کی پرورش و نشوونما رزق کے بغیر نہیں ہو سکتی' لہٰذا ربّ و پروردگار کے لئے لازمی ہے کہ وہ رزق دینے والا رازق ہو۔ بہرحال اس قسم کی قرآنی آیات جن میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیتِ عامہ اور رزّاقیتِ شاملہ کا ذکر ہے قرآن مجید پر ایمان رکھنے والوں سے یہ تقاضا کرتی ہیں کہ وہ دنیا میں ایک ایسا معاشی نظام قائم کرنے کی پوری کوشش کریں جس میں ہر فرد انسان کو رزق یعنی کسی نہ کسی شکل میں اتنا سامانِ معاش ضرور میسر ہو جس کے بغیر عام طور پر ایک انسان نہ اطمینان کے ساتھ زندہ رہ سکتا اور نہ اپنے متعلقہ فرائض و واجبات ٹھیک طور پر انجام دے سکتا ہے' جن کی ٹھیک ٹھیک ادائیگی پر معاشرے کے قیام و بقا اور اجتماعی فلاح و بہبود کا دارومدار ہوتا ہے۔ بالفاظِ دیگر جس معاشی نظام میں معاشرے کے ہر ہر فرد کے لئے رزق اور بنیادی معاشی ضروریات کا انتظام نہ ہو ایسا معاشی نظام قرآن حکیم کی رُو سے غلط معاشی نظام قرار پاتا ہے اور اسے اسلامی معاشی نظام نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ قرآن مجید کی روشنی میں'

معاشرے کے ہر ہر فرد کے لئے رزق اور بنیادی معاشی ضروریات کے انتظام کا مطلب یہ ہے کہ جو افراد قدرتی وسائلِ رزق سے رزق حاصل کر سکنے کی صلاحیت اور قدرت رکھتے ہوں ان کے لئے اس کا موقع مہیا ہو کہ وہ جدّوجہد کر کے رزق و مال حاصل کر سکیں، اور جو کسی عذر کی وجہ سے معاشی جدوجہد کی صلاحیت و قدرت نہ رکھتے ہوں، مثلاً بچپنے، بڑھاپے اور بیماری وغیرہ کی وجہ سے معذور ہوں، ان کے لئے معاشرے کے دوسرے ایسے افراد کی طرف سے رزق مہیا ہو جو غنی و مالدار ہوں، خواہ ان کے اعزّہ و اقارب ہوں یا غیر، اور اگر قومی بیت المال موجود ہو تو وہ ان کی کفالت کرے۔ بہرحال ایک اسلامی معاشرے میں کوئی فرد رزق اور بنیادی معاشی ضروریات سے محروم نہیں رہنا چاہئے۔

مال کی نسبت انسانوں کی طرف!

یہاں تک جو گفتگو تھی رزق سے متعلق تھی، اب مال کے متعلق کچھ عرض کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں مال کا ذکر بھی تقریباً چھیاسی (۸۶) مرتبہ آیا ہے، لیکن مال کے ذکر کا اسلوب رزق کے ذکر کے اسلوب سے کچھ مختلف ہے۔ رزق کے ذکر میں، جیسا کہ آپ نے اوپر دیکھا، اس کی نسبت اور اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے، جبکہ مال کے ذکر میں عموماً اس کی نسبت و اضافت انسانوں کی طرف ہے۔ تقریباً ستّر (۷۰) جگہ مال کی اضافت انسانوں کی طرف ہے۔ اکتیس جگہ مال کی اضافت ضمیر جمع مذکر غائب کی طرف بصورت اَمْوَالُهُمْ، چودہ جگہ ضمیر مذکر مخاطب کی طرف بصورت اَمْوَالُكُمْ، چھ جگہ اس کی اضافت ضمیر واحد مذکر غائب کی طرف بشکل مَالَهُ، دو جگہ ضمیر جمع متکلم کے ساتھ بشکل اَمْوَالُنَا، ایک جگہ ضمیر واحد متکلم کے ساتھ بصورت مَالِيَهْ، چار مقامات پر اَمْوَالَ النَّاسِ، دو مقامات پر مَالَ الْيَتِيْمِ، ایک جگہ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى کی صورت میں، ایک جگہ بصورت ذَا مَالٍ ایک جگہ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا کی صورت میں، ایک جگہ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا، ایک جگہ كَانُوْا اَكْثَرَ اَمْوَالًا اور ایک جگہ نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا کی صورت میں ہے۔ صرف ایک جگہ مال کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور وہ ہے سورۃ النور کی اس آیت میں:

وَاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ

"اور دو ان کو اللہ کے اس مال سے جو اس نے تمہیں دیا"۔
نیز تین جگہ مال دینے اور تین جگہ مالی مدد دینے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ مال دینے کی نسبت ایک تو آیت مذکور میں، دوم سورہ یونس کی اس آیت میں:

رَبَّنَا اِنَّکَ اٰتَیۡتَ فِرۡعَوۡنَ وَمَلَاَهٗ زِیۡنَةً وَّاَمۡوَالًا

"ہمارے رب، آپ نے فرعون اور اس کے درباریوں کو سامانِ زینت اور اموال دیئے ہیں"۔
سوم سورۃ المدثر کی اس آیت میں:

وَّجَعَلۡتُ لَهٗ مَالًا مَّمۡدُوۡدًا ○

"اور ہم نے اس کے لئے کیا مال پھیلا ہوا یعنی زیادہ"۔
اور امدادِ مال کی نسبت ایک اس آیت میں: نُمِدُّهُمۡ بِهٖ مِنۡ مَّالٍ، دوسری اس آیت میں: وَاَمۡدَدۡنٰكُمۡ بِاَمۡوَالٍ، اور تیسری اس آیت میں: وَيُمۡدِدۡكُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّبَنِيۡنَ (اور وہ تمہاری امداد کرے گا اموال و اولاد سے۔)

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں رزق اور مال کے بیان میں جو دو مذکورہ بالا مختلف اسلوب اختیار کئے گئے ہیں ان میں ہمارے لئے کیا سبق اور کیا ہدایت ہے؟

اس سوال کا جواب میرے علم و فہم کے مطابق یہ ہے کہ وہ قدرتی اشیاء جن سے رزق حاصل کیا جاتا اور جن پر حصولِ رزق کا دارومدار ہوتا ہے تمام تر صرف اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہیں، انسانی سعی و محنت کا ان کے وجود میں کوئی دخل نہیں ہوتا، مثلاً وہ غلہ جو کھیت سے پیدا ہوتا اور انسانوں کے لئے رزق بنتا ہے کاشتکار کی سعی و محنت سے ہرگز پیدا نہیں ہوتا، بلکہ کاشتکار کی سعی و محنت صرف اس کے حصول کا ذریعہ بنتی ہے۔ غلہ جن چیزوں سے پیدا ہوتا ہے وہ بیج، زمین کی مٹی اور اس میں موجود قوتِ نمو، پانی، ہوا، روشنی، حرارت، موسمی اثرات وغیرہ ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ سب چیزیں صرف اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہیں، انسانی سعی و محنت کا ان کے وجود سے کوئی تعلق نہیں۔ انسان کسی بڑی شے کو تو کیا ایک ذرے تک کو پیدا نہیں کر سکتا، ایک انسان جو کچھ کرتا اور کر سکتا ہے وہ صرف یہ کہ عملِ ترکیب و تحلیل کے ذریعے قدرتی اشیاء کی ہیئتوں اور شکلوں میں ردوبدل کرتا اور ان کو ایسی شکلیں دیتا ہے جو اس کے مفیدِ مطلب ہوتی ہیں۔ تو پھر جب وہ تمام قدرتی

اشیاء جن سے انسان رزق حاصل کرتا ہے خالقِ کائنات اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا نتیجہ ہیں، نیز ان کا بقاء و استمرار اللہ ربّ العٰلمین کی صفتِ ربوبیت کا مرہون منت ہے، تو رزق کی نسبت و اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف ہونا حقیقتِ واقعہ کی سچی تعبیر ہے۔ اور اس میں ہمارے لئے جو ہدایت و تعلیم ہے وہ یہ کہ ہماری اس پر ہمیشہ توجہ اور برابر یہ کوشش ہونی چاہئے کہ اللہ کی مخلوق میں سے کوئی جاندار اور کوئی انسان اس رزق سے محروم نہ رہے، جس پر اس کی حیات و بقا اور نشوونما کا دارومدار ہے۔

رہی مال کی نسبت و اضافت انسانوں کی طرف تو اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ کسی شے کے مال کہلانے کے لئے ضروری ہے کہ وہ منفعت بخش، قابلِ تبادلہ، قابلِ ذخیرہ ہونے کے ساتھ ساتھ کسی انسان کی ملکیت میں بھی ہو، جیسا کہ مال کی ان تعریفات سے ظاہر ہوتا ہے جو پہلے عرض کی گئی ہیں۔ اور چونکہ کسی قدرتی شے کے کسی انسان کی ملکیت میں ہونے کا اصل اور ابتدائی سبب وہ سعی و محنت ہوتی ہے جس سے اس شے کی قدرتی افادیت میں کچھ مزید افادیت پیدا ہو گئی ہوتی اور اس کے ساتھ انسانی سعی و محنت کے مفید اثرات قائم ہو گئے ہوتے ہیں، لہٰذا مال کی اضافت انسانوں کی طرف ہونا عقل و فہم کے عین مطابق ہے اور اس میں مسلمانوں کے لئے یہ ہدایت ہو سکتی ہے کہ وہ مختلف اموال کے متعلق انسانی ملکیت کو تسلیم کریں اور اپنے نظامِ معیشت میں اس کو قائم و برقرار رکھیں اور پوری طرح اس کا تحفظ عمل میں لائیں۔

اموال کے متعلق انسانی ملکیت تسلیم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جس انسان کی سعی و محنت سے کسی قدرتی شے کی قدرتی افادیت میں نئی افادیت کا اضافہ ہوا ہو اس انسان کے متعلق تسلیم کیا جائے کہ اسے اس شے سے انتفاع و استفادہ کے حق میں دوسرے انسانوں پر ترجیح و تخصیص حاصل ہے، دوسرا کوئی اس کی رضامندی اور اجازت کے بغیر اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ پھر چونکہ ملکیتِ مال کے حصول کا جو سبب و ذریعہ ہے وہ سب انسانوں میں یکساں طور پر نہیں بلکہ فرق و تفاوت کے ساتھ پایا جاتا ہے، لہٰذا کسی کے پاس مال کم اور کسی کے پاس زیادہ ہونا ایک لازمی اور قدرتی امر ہے۔ بنا بریں اسلامی معاشی نظام کے اندر اس فرق و تفاوت کو قائم رکھنا صحیح اور ضروری اور اس کو مٹانے کی کوشش کرنا غلط اور غیر فطری ہے۔

یہاں یہ بھی ضرور ملحوظ رہے کہ مال کی تعریف میں جہاں وہ اشیاء آتی ہیں جو بنیادی معاشی ضروریات کی حیثیت رکھتی ہیں وہاں وہ اشیاء بھی آتی ہیں جو راحت و آسائش ' آرائش و زیبائش اور تنعّم و تعیش سے تعلق رکھتی ہیں اور جن کے بغیر بھی انسان اطمینان کے ساتھ زندہ رہ سکتا اور اپنے فرائض ٹھیک طور پر انجام دے سکتا ہے۔ گویا بعض اشیا ایسی ہیں جو بیک وقت رزق و مال دونوں کا مصداق ٹھہرتی ہیں' اس لحاظ سے کہ ان پر انسان کی حیات و بقاء اور نشوونما کا دارومدار ہے "رزق" کہلاتی ہیں' اور اس لحاظ سے کہ ان کے حصول میں انسانی سعی و محنت کا دخل ہے اور وہ کسی انسان کی ملکیت ہیں "مال" کہلاتی ہیں۔ مثلاً وہ غلہ جو ایک کسان اپنے کھانے کے لئے زمین سے حاصل کرتا ہے وہ رزق اور مال دونوں کا مصداق ہوتا ہے' مال کا مصداق اس لئے کہ وہ اس کی سعی و محنت کی وجہ سے اس کی ملکیت میں ہوتا ہے اور دوسرا کوئی اس کی اجازت کے بغیر اس سے منتفع و متمتع نہیں ہو سکتا' یعنی اس سے فائدہ اٹھانے کے حق میں اس کو دوسروں پر ترجیح و تخصیص حاصل ہو گئی ہوتی ہے بوجہ اس سعی و محنت کے جو اس نے اس کے حصول میں صرف کی تھی۔

سطورِ بالا میں مال اور اس کی ملکیت کے متعلق جو کچھ عرض کیا گیا اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہر مال کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی نہ کسی انسان کی ملکیت میں ہو اور کوئی نہ کوئی انسان اس کا ضرور مالک ہو' یعنی اس مال سے انتفاع و استفادے کے حق میں ایک انسان کو دوسرے انسانوں پر ترجیح و تخصیص حاصل ہو۔ لہٰذا کسی مال کے متعلق ایک انسان کی ملکیت دوسرے انسانوں کی بنسبت ہوتی ہے جو اس کی طرح اس مال سے انتفاع و استفادہ کے محتاج و ضرورتمند ہوتے ہیں اور یہ ملکیت' اللہ تعالیٰ کی بنسبت نہیں ہوتی جو انتفاع و استفادے سے مستغنی و بے نیاز ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ کوئی مال بیک وقت دو انسانوں کی مستقل و منفرد ملکیت نہیں ہو سکتا' کیونکہ جب یہ مان لیا جائے کہ اس مال سے انتفاع و استفادے کے حق میں زید کو باقی سب انسانوں پر ترجیح و تخصیص حاصل ہے تو اس سے باقی سب کے حقِ ترجیح و تخصیص کی نفی ہو جاتی ہے۔ اس طرح دو انسانوں کی منفرد اور مستقل ملکیت بیک وقت ایک مال میں جمع نہیں ہو سکتی' ورنہ ان کے مابین نزاع و تصادم رونما ہوتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور ایک انسان کی ملکیت بھی بیک وقت

ایک مال میں جمع ہو سکتی ہے' چنانچہ ایک ہی مال بیک وقت اللہ کی ملکیت بھی ہو سکتا ہے اور ایک انسان کی ملکیت بھی۔ اور اس میں اس لئے کوئی تعارض واقع نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں انتفاع و استفادے کا کوئی تصور نہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت کے معنے ہیں اللہ تعالیٰ کو کائنات کی ہر شے میں مع انسان کے' ہر قسم کے تصرّف اور ردّوبدل کا ذاتی' کُلّی' دائمی اور مطلق اختیار ہے' اس لئے کہ تنہا وہی ہر شئے کا خالق اور ربّ ہے' اس کے کسی تصرّف پر کسی کو کسی اعتراض کا حق نہیں' وہ اپنی پیدا کردہ مخلوق میں جو چاہے تصرف کر سکتا ہے' اور یہ کہ اس کا ہر تصرف مخلوق کی خیر و بھلائی کے لئے ہوتا ہے' جبکہ اس کے بالمقابل کسی شے کے متعلق انسان کی ملکیت مقیّد' عارضی اور اضافی ہوتی ہے۔ انسان اپنی مملوکہ چیز میں جو چاہے تصرف و ردّوبدل نہیں کر سکتا' صرف وہی تصرف کر سکتا ہے جو اس کے لئے مفید ہونے کے ساتھ ساتھ دوسروں کے لئے مضر نہ ہو' کیونکہ اس کے بعض تصرفات ایسے بھی ہو سکتے ہیں جو اگرچہ اسی کے لئے مفید لیکن دوسروں کے لئے مضر ثابت ہوتے اور شریعت اور قانون کی رُو سے ناجائز ٹھہرتے ہیں۔ اس طرح انسان کی ملکیت دائمی نہیں عارضی اور حقیقی نہیں مجازی ہوتی ہے' یعنی مالکِ حقیقی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اور اس کے احکام کے تابع ہوتی ہے۔

اللہ کی ملکیت اور انسان کی ملکیت کی مذکورہ تفصیل سے مقصود یہ ہے کہ کسی شے کے متعلق اللہ تعالیٰ کی ملکیت کے اثبات سے انسانی ملکیت کی نفی لازم نہیں آتی' دونوں ایک شے میں جمع ہو سکتی ہیں۔ لہٰذا ان قرآنی آیات سے جو اللہ تعالیٰ کی ملکیت پر دلالت کرتی ہیں یہ نتیجہ اخذ کرنا درست نہیں کہ انسانی ملکیت کا تصور غلط و نادرست ہے۔ یہ استدلال اس صورت میں ضرور درست ہوتا جب اللہ کی ملکیت اور انسان کی ملکیت کے ایک ہی معنے ہوتے' حالانکہ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا دونوں کے الگ الگ معنے ہیں اور ان کے درمیان کوئی تعارض و تناقض نہیں۔ بہرحال جہاں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور صفتِ مالکیت کا واضح بیان ہے وہاں انسانی ملکیت کا بھی کھلا ہوا ذکر اور قطعی اثبات ہے۔ جن آیات میں صدقہ و زکوٰۃ' قرض و انفاق فی سبیل اللہ' مہر و نفقہ' وصیت و وراثت' جزیہ' دیت' بیع و شراء' ربوٰ و میسر' سرقہ و خیانت وغیرہ سے متعلق جو مالی اور معاشی احکام ہیں' مال کے متعلق انسانی ملکیت نہ ہو تو پھر ان آیات و احکام کا کوئی مفہوم و

مطلب باقی نہیں رہتا۔ قرآن حکیم کا ان کو تسلیم کرنا اور ان کے متعلق ایجابی و امتناعی احکام دینا، مال کے متعلق انسانوں کی ملکیت تسلیم کرتا ہے۔

رزق و مال فی نفسہٖ شر نہیں!

رزق و مال کے متعلق قرآن مجید کے مطالعہ سے جو دوسری چیز سامنے آتی ہے وہ یہ کہ رزق و مال کوئی ایسی شے نہیں جس کو بُرا سمجھا اور جس سے نفرت کی جائے، بلکہ ایک اچھی اور قابلِ رغبت شے ہے اور جس کے حصول کے لئے سعی و کوشش کرنا مستحسن اور مطلوب ہے، البتہ اس سے محبت کرنا اور اسے محبوب مقصد بنانا درست نہیں۔ قرآن حکیم کی ایسی آیات جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رزق و مال فی نفسہٖ کوئی بری اور قابل نفرت چیز نہیں بلکہ ایک اچھی اور قابلِ رغبت شے ہے ایک تو وہ ہیں جن میں رزق و مال کو لفظ خیر، فضل اور قیامًا للناس سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پانچ آیات میں لفظ "خَیْر" سے، پچیس آیات میں لفظ "فَضْل" سے اور ایک آیت میں "قیامًا" سے رزق و مال کا ذکر ہے، بطور مثال ان میں سے چند آیات ملاحظہ فرمایئے:

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَاحَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا نِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ (البقرہ: ۱۸۰)

"تم پر واجب ٹھہرایا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جائے اور وہ اپنے پیچھے مال چھوڑ رہا ہو کہ وہ والدین اور دیگر قرابتداروں کے لئے معروف طریقہ سے وصیت کرے"۔

قُلْ مَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسَاكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ (البقرہ: ۲۱۵)

"فرما دیجئے، تم جو بھی مال خرچ کرنا چاہو خرچ کرو اپنے والدین، اقرباء، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے"۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (الجمعہ: ۱۰)

"جب نماز جمعہ ادا ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل یعنی رزق

تلاش کرو"۔

وَاٰخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ
(المزمل: ۲۰)

"اور دوسرے ہیں جو زمیں میں چلتے دوڑ دھوپ کرتے اور اللہ کا فضل یعنی رزق تلاش کرتے ہیں"۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيَامًا
(النساء: ۵)

"اور نہ دو نابالغ کم عقل یتیموں کو اپنے وہ اموال جن کو اللہ نے تمہارے لئے سہارا بنایا ہے"۔

یہ اور اس قسم کی دوسری بکثرت آیات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ رزق و مال فی نفسہ ایک اچھی چیز ہے، اس سے نفرت نہیں بلکہ رغبت کرنی چاہئے، کیونکہ یہ خیر اور اللہ کا فضل ہیں۔

دوسری وہ آیاتِ قرآنی ہیں جن میں مسلمانوں کے لئے یہ ہدایت اور تاکید ہے کہ وہ حصولِ رزق و مال کے لئے سعی و کوشش اور جدوجہد کریں۔ بطور مثال ذیل میں چند آیات نقل کی جاتی ہیں:

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (الجمعہ: ۱۰)

"پس جب نماز جمعہ پوری طرح ادا ہو جائے تو پھر زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو"۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ (الملک: ۱۵)

"وہ اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو چلنے اور روندنے کے قابل بنایا پس تم چلو اس کے راستوں میں اور کھاؤ اس کے رزق سے"۔

ان مذکورہ دونوں آیتوں میں امر کے صیغوں کے ساتھ جو عموماً وجوب پر دلالت کرتے ہیں حصولِ رزق کے لئے معاشی جدوجہد کا حکم فرمایا گیا ہے۔ پہلی آیت میں فَانْتَشِرُوْا اور وَ

اِبْتَغُوْا اور دوسری آیت میں فَامْشُوْا اور کُلُوْا امر کے صیغے ہیں، جو اس کا تقاضا کرتے ہیں کہ مسلمان کو تلاشِ رزق کے سلسلہ میں ضرور جدوجہد کرنی چاہئے۔ اسی نوعیت کی وہ قرآنی آیات بھی ہیں جن میں یہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے دریاؤں میں کشتی رانی کا انتظام فرمایا، تاکہ تم اس کا فضل یعنی رزق طلب و تلاش کر سکو۔ اسی طرح تمہارے لئے رات کو تاریک بنایا کہ تم اس میں نیند کے ذریعے سکون حاصل کرو اور دن کو روشن بنایا کہ تم اس کی روشنی میں معاشی سعی و کوشش اور تگ و دو کر سکو۔ اس نوع کی آیات میں سے چند بطور مثال ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔ مثلاً سورۃ الاسراء کی آیت ہے:

رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ (آیت: ۶۶)

"تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے لئے دریاؤں میں کشتیاں رواں کرتا ہے تاکہ تم اس کا فضل یعنی رزق و مال طلب و تلاش کرو"۔

دوسری سورۃ القصص کی یہ آیت ہے:

وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ (آیت: ۷۳)

"اور اس اللہ کی رحمت میں سے ہے یہ کہ اس نے تمہارے لئے رات اور دن بنائے تاکہ تم رات میں سکون و آرام پاؤ اور دن میں اس کا فضل تلاش کرو"۔

تیسری سورۃ الاسراء کی یہ آیت ہے:

وَجَعَلْنَا اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ (آیت: ۱۲)

"اور ہم نے دن کی نشانی کو روشن کرنے والی بنایا (یعنی سورج کو) تاکہ تم (اس کی روشنی میں) اپنے رب کا فضل (یعنی رزق) تلاش کرو"۔

چوتھی سورہ النبا کی یہ دو آیات ہیں:

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ○ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ○ (آیات: ۱۰، ۱۱)

"اور رات کو ہم نے لباس کی طرح بنایا اور دن کو وقت معاش ٹھہرایا"۔

دیکھا جائے تو اسی زمرہ میں وہ قرآنی آیات بھی آتی ہیں جن میں یہ فرمایا گیا ہے کہ کرۂ ارض کی تمام اشیاء اللہ تعالیٰ نے بنی نوعِ انسان کے تمتع و انتفاع کے لئے پیدا فرمائی ہیں' اور یہ کہ انسان کو اللہ رب العزت نے زمین کی خلافت عطا فرمائی اور اسے ایسی ذہنی و علمی صلاحیتیں اور فکری و عملی قوتیں مرحمت فرمائی ہیں جن کے ذریعے وہ باقی تمام انواعِ مخلوقات میں تصرف کر کے ان سے فائدہ اٹھا سکتا اور اپنے لئے سامانِ معاش اور مال و متاع حاصل کر سکتا ہے۔ چونکہ انسان کو حقیقتِ مذکور سے آگاہ کرنے کا منشا و مقصد یہی ہو سکتا ہے کہ انسان اپنی ان خدا داد خلافتی صلاحیتوں اور قوتوں کو استعمال کر کے اشیاءِ کائنات سے اپنے لئے سامانِ معیشت اور رزق و مال حاصل کرے اور ان سے فائدہ اٹھائے' لہٰذا اس قسم کی قرآنی آیات کا بھی تقاضا یہی ہے کہ انسان حصولِ رزق و مال کے لئے ضرور سعی و کوشش اور جدوجہد کرے' اس لئے بھی کہ ایسا کرنا شکرِ نعمت اور نہ کرنا کُفرانِ نعمت ہے' یعنی اللہ نے جو شے جس مقصد اور فائدے کے لئے پیدا فرمائی ہے اس شے کو اسی مقصد کے لئے استعمال کرنا اور اس سے وہی فائدہ اٹھانا اللہ کا صحیح شکر اور اس نعمت کی صحیح قدر دانی ہے۔

مذکورہ قرآنی آیات میں صراحۃً اور اقتضاءً اس ہدایت کا پایا جانا کہ مسلمانوں کو رزق و مال کے حصول کے لئے اپنا دینی فریضہ سمجھ کر ضرور جدوجہد کرنی چاہئے اس پر دلالت کرتا ہے کہ رزق و مال فی نفسہٖ ایک اچھی اور قابلِ رغبت چیز ہے' لہٰذا اسے برا سمجھنا اور اس سے نفرت کرنے کا رویہ خلافِ قرآن اور غیر اسلامی رویہ ہے' جس سے ایک مسلمان کو بچنا چاہئے۔ یہ رویہ دراصل راہبانہ اور جوگیانہ رویہ ہے جس کی اسلام تردید اور نفی کرتا ہے' لیکن اس کے ساتھ ساتھ قرآن مجید میں ایسی نصوص بھی موجود ہیں جن میں مال و متاع سے ایسی محبت کی مذمت اور ممانعت ہے جو مسلمان کو شرعی احکام کی پابندی سے غافل اور بے بہرہ کر دے اور وہ حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی تمیز سے بے پرواہ ہو جائے۔ ایسی نصوص میں سے ایک نص سورۃ الفجر کی یہ آیت ہے:

وَتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝

"اور تم محبت کرتے ہو مال سے بھرپور محبت"

اس آیت میں مال سے بھرپور محبت کے رویے کی مذمت اور ممانعت ہے۔ اسی طرح

قرآن مجید کی جن آیات میں حرصِ مال اور جمع مال کی ممانعت ہے وہ بھی محبتِ مال کی نفی کرتی ہیں۔ اسی طرح جن آیات میں بخل و کنجوسی سے منع فرمایا گیا ہے وہ بھی حبِّ مال سے روکتی ہیں' کیونکہ مال جمع کرنے کی حرص ہو یا اسے روک رکھنے کا بخل دونوں کا سبب مال کی محبت ہوتی ہے' لہٰذا مسلمان کو حرصِ مال اور بخلِ مال سے روکنا اور منع کرنا در اصل مال کی محبت سے روکنا اور منع کرنا ہے۔ اسی طور قرآن کریم کی جن آیات میں مال کو فتنہ سے تعبیر کیا گیا ہے ان میں بھی یہ ہدایت ہے کہ مال سے محبت نہیں ہونی چاہئے' کیونکہ فتنہ کوئی محبوب اور قابلِ محبت شے نہیں۔ جن آیات میں مال کو فتنہ کہا گیا ہے ان میں سے ایک سورۃ الانفال کی یہ آیت ہے:

وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَاۤ اَمۡوَالُكُمۡ وَ اَوۡلَادُكُمۡ فِتۡنَةٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗۤ اَجۡرٌ عَظِيۡمٌ ۝ (آیت: ۲۸)

"اور خوب اچھی طرح جان لو کہ سوائے اس کے نہیں کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد آزمائش و امتحان ہیں اور یہ کہ اللہ کے پاس بہت بڑا بدلہ ہے"۔

دوسری سورۃ التغابن کی یہ آیت:

اِنَّمَاۤ اَمۡوَالُكُمۡ وَ اَوۡلَادُكُمۡ فِتۡنَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عِنۡدَهٗۤ اَجۡرٌ عَظِيۡمٌ ۝ (آیت: ۱۵)

"سوائے اس کے نہیں کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد فتنہ و آزمائش ہے اور یاد رکھو کہ اللہ کے پاس عظیم اجر و بدلہ ہے"۔

فتنہ کے معنے ہیں کسی دھات کو کھرا کھوٹا معلوم کرنے کے لئے آگ کی بھٹی میں ڈالنا' اور چونکہ اموال و اولاد بھی اس لحاظ سے بمنزلہ بھٹی کے ہیں کہ ان کے ذریعے مسلمان کے ایمان کی آزمائش ہوتی اور اس کے کھرے کھوٹے ہونے کا اظہار ہوتا ہے یعنی جو ان کے متعلق احکامِ الٰہی کی پابندی کرتا وہ کھرا' اور جو ان کے خلاف ورزی کرتا وہ کھوٹا ثابت ہوتا ہے' گویا اموال و اولاد کے ذریعے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ صاحبِ اموال و اولاد اپنے دعوائے ایمان میں سچا ہے یا جھوٹا اور اللہ اور رسولؐ کا فرمانبردار ہے یا نافرمان' لہٰذا مذکورہ آیاتِ قرآنی میں اموال و اولاد کو فتنہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ بہرحال یہ امرِ واقعہ

ہے کہ مال کی محبت انسان کو بہت سی ایسی برائیوں پر ابھارتی ہے جن سے قرآن مجید مسلمانوں کو سختی کے ساتھ روکتا اور منع کرتا ہے۔ لہٰذا مال کی محبت قرآن مجید کے نزدیک باطل و مردود قرار پاتی ہے جس سے ایک مسلمان کو ضرور بچنا چاہئے۔

حاصل یہ کہ قرآن حکیم مال کے متعلق مسلمان کو جس رویّے کے اختیار کرنے کی تعلیم دیتا ہے وہ نہ کُلّی نفرت کا رویہ ہے اور نہ کامل محبت کا رویہ' بلکہ ان کے بین بین محبت آمیز نفرت اور نفرت آمیز محبت کا رویہ ہے اور دیکھا جائے تو یہی وہ رویہ ہے جو اس صحیح نظامِ تمدن اور صالح معاشرے کے قیام اور اس کی تعمیر و ترقی میں ممد و معاون ثابت ہوتا ہے جو اسلام بروئے کار لانا چاہتا ہے' کیونکہ وہ نہ مال کی محبت سے وجود میں آسکتا ہے اور نہ مال کی نفرت سے۔

رزق و مال میں حلال و حرام کی تمیز

تیسری بات جو رزق و مال کے متعلق قرآن مجید کے مطالعہ سے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ رزق و مال کی دو قسمیں ہیں: ایک حلال و طیّب اور دوسری حرام و خبیث۔ حلال و طیب مال کا کھانا اور اس سے فائدہ اٹھانا جائز اور حرام و خبیث مال کا کھانا اور اس سے فائدہ اٹھانا ناجائز ہے' لہٰذا ایک مسلمان کو حلال و طیب مال حاصل کرنے اور حرام و خبیث مال سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

حلال و طیب رزق و مال کی تعریف یہ ہے کہ جو رزق و مال انسان کو قدرتی اشیاء سے بذریعہ محنت و مشقت حاصل ہوتا ہے یا جو لین دین اور تبادلہ کے ایسے طریقوں سے حاصل ہوتا ہے جن میں ہر فریق کو اس کا حق ٹھیک ملتا اور ہر ایک کی حقیقی رضا مندی موجود ہوتی ہے ایسا رزق و مال حلال و طیب ہے' اور جو رزق و مال بغیر کسی محنت و مشقّت کے اور ایسے طریقوں سے حاصل ہوا ہو جن میں ایک فریق دوسرے کا مال ناحق اور بلا عوض لیتا ہے اور اس کی حق تلفی کا مرتکب ہوتا ہے لہٰذا ان میں ایک فریق کی حقیقی رضا مندی موجود نہیں ہوتی' جیسے ربٰو' قمار' سرقہ' غصب' خیانت وغیرہ' ایسا مال حرام ہے۔ اسی طرح حرام و خبیث مال کی تعریف میں وہ اشیاء بھی آتی ہیں جو نجس و گندی اور صحت کے لئے مضر ہوتی اور اخلاق پر برا اثر ڈالتی ہیں۔ قرآن و حدیث میں ایسی

چیزوں کی کافی تفصیل ہے' جیسے مردار' خنزیر کا گوشت' شراب و دیگر نشہ آور اشیاء اور غیر اللہ کے نام پر ذبیحہ وغیرہ جن سے قرآن مجید نے روکا اور منع فرمایا ہے۔ بالفاظ دیگر جو اشیاء کسی انسان کو جائز و مشروع طریقوں سے حاصل ہوئی ہوں اور وہ مفید و نفع بخش بھی ہوں' حلال و طیب' اور جو ناجائز اور باطل طریقوں سے حاصل ہوں یا مضر اور نقصان دہ ہوں' وہ حرام اور خبیث ہیں۔ ذیل میں کچھ وہ قرآنی آیات نقل کی جاتی ہیں جن میں حلال و حرام اور طیب و خبیث کا ذکر ہے:

يٰاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا (البقرہ: ۱۶۸)

"اے لوگو کھاؤ ان چیزوں میں سے جو زمین میں ہیں حلال و طیب"۔

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّ اشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ (النحل: ۱۱۴)

"پس کھاؤ اس میں سے جو اللہ نے تمہیں بطور رزق دیا اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو"۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ (المائدہ: ۸۷)

"اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو ان پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ ٹھہراؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال ٹھہرائی ہیں"۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ (البقرہ: ۲۶۷)

"اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو خرچ کرو ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو تم نے کمائیں"۔

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ (النساء: ۲)

"یتیموں کو ان کے اموال دو اور مالِ خبیث کو مالِ طیب سے نہ تبدیل کرو"۔ یعنی ان کے طیب مال کے بدلے اپنا خبیث مال ان کو نہ دو۔

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (الاعراف: ۱۵۷)

"اور وہ ان کے لئے پاک و طیب چیزوں کو حلال ٹھہراتا اور خبیث چیزوں کو

ان پر حرام قرار دیتا ہے"۔

وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰو (البقرہ: ۲۷۵)

"اور اللہ نے بیع کو حلال و جائز ٹھہرایا اور ربٰو کو حرام قرار دیا"۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ (البقرہ: ۱۷۳)

"سوائے اس کے نہیں کہ اللہ نے تم پر حرام ٹھہرا دیا مردار، دم مسفوح، خنزیر کا گوشت اور جس چیز پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو"۔

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ (المائدہ: ۹۰)

"سوائے اس کے نہیں کہ خمر (شراب)، میسر (جوا)، اصنام (بت) اور پانسے نجس ہیں، شیطان کے عمل سے ہیں، پس ان سے اجتناب کرو"۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّا اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَۃً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ (النساء: ۲۹)

"اے ایمان والو تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقہ سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ باہمی رضامندی کی تجارت سے ہو"۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوا الرِّبٰوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَۃً وَّاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (آل عمران: ۱۳۰)

"اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو ربٰو و سود نہ کھاؤ چند در چند گنا اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ"۔

قرآن مجید میں حلال و حرام اور طیب و خبیث رزق و مال کے متعلق جو کچھ فرمایا گیا ہے وہ بعض اشیاء کے بارے میں تفصیلی اور بعض کے بارے میں اصولی و اجمالی ہے، جس کی بہت سی جزوی تفصیلات احادیثِ نبویہ میں ملتی ہیں۔ احادیث میں متعدد ایسے معاشی معاملات بیان ہوئے ہیں جن کو مشابہت ربٰو و قمار کی وجہ سے حرام و ممنوع بتلایا گیا ہے۔ اسی طرح احادیثِ نبویہ میں کھانے پینے کی دوسری بہت سی اشیاء کو قرآن مجید کی حرام کردہ اشیاء سے مماثلت و مشابہت کی بنا پر حرام و ممنوع قرار دیا گیا ہے، جن کی تفصیل کا یہ

موقع نہیں۔

انفاقِ مال کی ترغیب

رزق و مال کے متعلق چوتھی بات جو مطالعہ قرآن مجید سے سامنے آتی ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ جن کے پاس زائد از ضرورت مال ہو وہ اسے ذخیرہ و خزانہ بنا کر نہ رکھیں بلکہ راہِ خدا اور مصارفِ خیر میں خرچ کر ڈالیں۔ یہ خرچ زکوٰۃ و عشر کی حد تک فرض و واجب اور اس سے زائد نفل اور مستحب ہے اور بخل و کنجوسی کی وجہ سے بالکل خرچ نہ کرنا اللہ کی ناراضگی اور آخرت کی بربادی کا موجب ہے۔ قرآن مجید کی جن آیات میں اس بات کا بیان ہے ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِىْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ○ (التوبہ: ۳۴'۳۵)

"اور جو لوگ سونے اور چاندی کو خزانہ بنا کر رکھتے اور اسے راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے' جس دن اس کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیوں' پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا (یہ کہتے ہوئے کہ) یہ ہے وہ مال جو تم نے خزانہ کیا' پس چکھو مزہ اس کا جسے تم جمع کرتے اور خزانہ بناتے رہے تھے"۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ○ اَلَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ○ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ○ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِى الْحُطَمَةِ ○

(الھمزۃ: ۱ تا ۴)

"خرابی ہے ہر اس کے لئے جو سامنے طعنہ دیتا اور پیٹھ پیچھے عیب جوئی کرتا' جو مال جمع کرتا اور گنتا رہتا ہے یہ گمان کرتے ہوئے کہ اس کا مال اسے دوام بخشے گا۔ ہرگز نہیں' وہ چکنا چور کر دینے والی (آگ) میں پھینک دیا جائے گا"۔

وَلَا یَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ یَبۡخَلُوۡنَ بِمَاۤ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ هُوَ خَیۡرًا لَّهُمۡ بَلۡ هُوَ شَرٌّ لَّهُمۡ سَیُطَوَّقُوۡنَ مَا بَخِلُوۡا بِهٖ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ (آل عمران:۱۸۰)

"وہ لوگ ہرگز یہ گمان نہ کریں جو بخل کرتے ہیں اس مال کے خرچ کرنے میں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دیا ہے کہ وہ ان کے لئے بہتر ہے' بلکہ وہ ان کے لئے برا ہے' قیامت کے دن ان کو بطورِ عذاب اس مال کا طوق پہنایا جائے گا"۔

یہ تین آیات بطور مثال وہ ہیں جن میں ان لوگوں کے لئے عذابِ جہنم کی سخت وعید ہے جو مال کو جمع کرتے اور خزانہ بناتے ہیں اور بخل کی بنا پر راہِ خدا اور مصارفِ خیر میں صرف نہیں کرتے۔

اب بطور مثال چند وہ قرآنی آیات ملاحظہ فرمایئے جن میں انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب اور زکوٰۃ و صدقات کی تاکید اور اس پر اجر و ثواب کا ذکر ہے:

اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ بِالَّیۡلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً فَلَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ وَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ○ (البقرۃ:۲۷۴)

"جو لوگ اپنے مال خرچ کرتے ہیں رات دن' پوشیدہ و علانیہ (یعنی ہر وقت اور ہر حال میں) ان کے لئے ان کے رب کے پاس بڑا اجر ہے' نہ ان پر کوئی خوف سوار ہو گا اور نہ وہ رنجیدہ و غمگین ہوں گے"۔

وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقۡرِضُوا اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا (المزمل:۲۰)

"اور صلوٰۃ قائم کرو اور زکوٰۃ دو' اور قرض دو اللہ کو قرضِ حسن"۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡفِقُوۡا مِنۡ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبۡتُمۡ وَمِمَّاۤ اَخۡرَجۡنَا لَكُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ (البقرہ:۲۶۷)

"اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو خرچ کرو ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو تم نے کمائیں اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا (اور پیدا

کیا)"۔

یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنفِقُوْنَ؟ قُلِ الْعَفْوَ (البقرہ: ۲۱۹)

"آپؐ سے دریافت کرتے ہیں کہ کتنا خرچ کریں' آپ فرما دیجئے جو حاجت سے فاضل ہو"۔

قرآن مجید کی وہ آیات جن میں وراثت اور وصیت کا بیان ہے اس پر دلالت کرتی ہیں کہ زندگی میں اپنا سارا فاضل مال خرچ کر دینا مسلمان پر لازم و واجب نہیں' ورنہ وراثت و وصیت سے متعلق آیات بے معنی ہو کر رہ جاتی ہیں' کیونکہ وصیت اور وراثت کا تعلق اس مال سے ہے جو متوفی کی ضرورت سے زائد اور بوقت موت اس کی ملکیت میں ہوتا ہے۔ اسی طرح متعدد احادیثِ نبویہ بھی یہ بتلاتی ہیں کہ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس ضرورت سے زائد مال تھا لیکن کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سارے کا سارا خرچ کر دینے کا نہیں حکم دیا' اور اگر یہ واجب و ضروری ہوتا تو آپؐ سختی کے ساتھ ضرور ان کو حکم فرماتے۔ البتہ اس میں شک نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ترغیب ضرور فرمائی ہے اور اس کو یعنی پورے فاضل مال کو راہِ خدا اور مصارفِ خیر میں خرچ کر دینا بندہ مومن کے لئے بہتر اور افضل بتلایا ہے۔ مثلاً صحیح مسلم میں ہے:

عن اَبی اُمامۃ رضی اللّٰہ عنہ اَنّ رسولَ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قال: ابنَ ادم انّک اِن تبذل الفضلَ خیرٌ لک واِن تمسکہٗ شرٌّ لک

"حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے فرزندِ آدم یقین جان کہ تیرا اپنا فاضل (مال) راہِ خدا میں خرچ کر دینا تیرے لئے بہتر اور اس کو روک رکھنا تیرے لئے برا و بدتر ہے"۔

ایک اور حدیثِ نبویؐ کے کلمات اس طرح ہیں:

عن علیٍّ رضی اللّٰہ عنہ انّ النّبیّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قال فی خُطبتہٖ: طُوبیٰ لمن اَنفَقَ الفضلَ مِن مالہٖ وَ

فَسُکّ الفضلَ مِن قولِہٖ

"حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا: "مستحق مبارکباد ہے وہ جس نے اپنا فاضل مال خرچ کیا اور فضول باتوں سے اپنے آپ کو روکا اور فضول گوئی سے باز رہا"۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آپؐ نے فاضل مال ہمیشہ خرچ کر دیا اور کبھی کل کے لئے روک نہ رکھا اور کبھی ذخیرہ نہ بنایا' بلکہ عموماً اپنی ضرورت کا سامان خوراک و پوشاک دوسرے ضرورتمند کو دے دیا اور خود بھوکے اور بے لباس رہے اور یہ اس لئے کہ آپ احسان و تقویٰ کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھے۔

اِنفاق میں اعتدال کی تعلیم

پانچویں بات جو رزق و مال سے متعلق قرآن حکیم سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ مال جب ذاتی مصارف اور نجی ضروریات میں خرچ کیا جائے اس میں اعتدال و میانہ روی کا لحاظ رکھا جائے' اسراف و تبذیر بھی نہ ہو اور بخل و تقتیر بھی نہ ہو' یعنی نہ حد سے زیادہ اور بے جا خرچ ہو اور نہ بخل کی وجہ سے اتنا کم کہ اس سے ضرورت بھی پوری نہ ہو۔ مندرج آیات میں اس کا بیان ہے:

كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ○

(الاعراف: ۳۱)

"کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو کیونکہ اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا"۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ○ (الفرقان: ۶۷)

"اور رحمان کے بندے جب مال خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف یعنی حد سے زیادہ کرتے اور نہ قتر یعنی حد سے کم کرتے ہیں بلکہ دونوں کے بین بین اعتدال پر قائم رہتے ہیں"

(باقی صفحہ ۶۶ پر)

ضرورت رشتہ

معزز خاندان کی میٹرک پاس، دینی تعلیم یافتہ، شرعی پردہ کی پابند بیٹی کے لیے دینی مزاج کے حامل، ترجیحاً تنظیم اسلامی سے وابستہ گھرانے سے موزوں رشتہ درکار ہے۔ رابطہ کے لیے: "خ" معرفت مدیر میثاق
۳۶۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

KHALID TRADERS

IMPORTERS – INDENTORS – STOCKISTS &
SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS,
FROM SUPER – SMALL TO SUPER – LARGE

AUTHORIZED AGENTS
NTN
BEARINGS

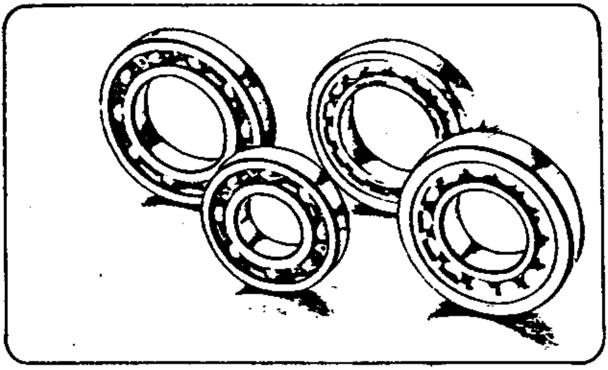

PLEASE CONTACT

TEL : 7732952-7735883-7730593
G.P.O. BOX NO. 1178, OPP KMC WORKSHOP
NISHTER ROAD, KARACHI-74200 (PAKISTAN)
TELEX : 24824 TARIQ PK CABLE : DIMAND BALL FAX : 7734776

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : Sind Bearing Agency 64 A-65,
Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400 (Pakistan)
Tel : 7723358-7721172

LAHORE : (Opening Shortly)	Amin Arcade 42, Brandreth Road, Lahore-54000 Ph : 54169
GUJRANWALA :	1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

کتابیات

دوسرا کبیرہ

شرکِ اصغر

زیر طبع کتاب 'کبائر' کے باب دوم کی فصل دوم

مؤلف: ابوعبدالرحمٰن شبیر بن نور

شرکِ اصغر میں مندرجہ ذیل کام شامل ہیں: (۱) ریاکاری (۲) غیر اللہ کے نام کی قسم کھانا (۳) بدشگونی کرنا (۴) دم اور تعویذ کی بعض صورتیں۔

(۱) ریاکاری: ریاکاری کا مطلب یہ ہے کہ کوئی انسان اس نیت اور ارادے سے اللہ کی عبادت کرے کہ لوگوں میں اس کی نیکی مشہور ہو جائے تاکہ اسے مالی منفعت حاصل ہو یا لوگوں میں اس کا مقام بلند ہو، یا کم از کم لوگ اس کی تعریف ہی کریں۔

ریاکاری کی علامتیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔ ریاکار کی تین علامتیں ہیں:

(۱) عبادت کے معاملے میں تنہائی میں بہت سست ہو۔

(۲) جب لوگوں کے ساتھ ہو تو دلچسپی اور لگن کا مظاہرہ کرے۔

(۳) اگر کوئی تعریف کر دے تو نیکی اور زیادہ کرے اور اگر کوئی اعتراض کر دے تو نیکی سے کنارہ کش ہو جائے[۱]

ریاکار کی نہ صرف نیکی اس کے کسی کام نہیں آئے گی بلکہ اس کا ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت بھی مشتبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى

---

[۱] الزواجر عن اقتراف الکبائر لابن حجر الھیثمی، ص ۴۲۔

كَالَّذِىْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ۝[۱]

اُے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور دکھ دے کر اس شخص کی طرح خاک میں نہ ملا دو جو اپنا مال محض لوگوں کے دکھانے کو خرچ کرتا ہے۔ ورنہ وہ نہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور نہ آخرت پر۔ اس کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چٹان تھی، جس پر مٹی کی تہہ جمی ہوئی تھی۔ اس پر جب زور کا مینہ برسا تو ساری مٹی بہہ گئی اور صاف چٹان کی چٹان رہ گئی۔ ایسے لوگ اپنے نزدیک خیرات کر کے جو نیکی کماتے ہیں اس سے کچھ بھی ان کے ہاتھ نہیں آتا۔ اور کافروں کو سیدھی راہ دکھانا اللہ کا دستور نہیں ہے؛

ایک موقع پر اللہ تعالیٰ نے ریاکاری کو شیطان کی دوستی کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا۝[۲]

"اور وہ لوگ (بھی اللہ کو ناپسند ہیں) جو اپنے مال محض لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور درحقیقت نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ روزِ آخر پر۔ سچ یہ ہے کہ شیطان جس کا رفیق ہوا اسے بہت ہی بری رفاقت میسر آئی۔"

قرآن کریم نے ریاکاری کو نفاق کی نشانی قرار دیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَاِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا۝[۳]

---

[۱] سورۃ البقرۃ، آیت ۲۶۴ [۲] سورۃ النساء، آیت ۳۸
[۳] سورۃ النساء، آیت ۱۴۲

"یہ منافق اللہ کے ساتھ دھوکہ بازی کر رہے ہیں، حالانکہ درحقیقت اللہ ہی نے انہیں دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔ جب یہ نماز کے لیے اٹھتے ہیں تو کسمساتے ہوئے محض لوگوں کو دکھانے کی خاطر اٹھتے ہیں، اور خدا کو کم ہی یاد کرتے ہیں"

اور یہ ریاکاری بظاہر نیکی ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے نزدیک تباہی و بربادی کا سبب اور بنیاد ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَاءُوْنَ ○ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ○[1]

"پھر تباہی ہے اُن نماز پڑھنے والوں کے لیے جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں۔ جو ریاکاری کرتے ہیں۔ اور معمولی ضرورت کی چیزیں (لوگوں کو) دینے سے گریز کرتے ہیں"

اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بطور قاعدہ کلیہ بیان کر دی کہ اگر اپنے اعمال کا آخرت میں کچھ نتیجہ اور ثمرہ پانا چاہتے ہو تو پھر "عبادتِ ربّ" میں کسی کو شریک مت کرو، بلکہ اس ذات کی عبادت صرف اسی کی رضا کے لیے کرو، یعنی ریاکاری، دکھلاوے، مفاد پرستی اور ہر طرح کے شیطانی دھوکہ سے پاک صاف، عبادت کرو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا ○[2]

"پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو اُسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور بندگی میں اپنے رب کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرے"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے واضح الفاظ میں ریاکاری کو شرک قرار دیا ہے۔ فرمایا:

مَنْ صَلّٰى يُرَائِيْ فَقَدْ اَشْرَكَ، وَمَنْ صَامَ يُرَائِيْ فَقَدْ اَشْرَكَ، وَمَنْ

---

[1] سورت الماعون، آیت ۴-۷ [2] سورت الکہف، آیت ۱۱۰

تَصَدَّقَ یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَکَ[1]

"جس آدمی نے دکھلاوے کی نماز پڑھی اس نے شرک کیا، جس نے دکھلاوے کا روزہ رکھا اس نے شرک کیا، اور جس نے دکھلاوے کا صدقہ کیا اس نے بھی شرک کیا۔"

ریاکار کو دنیا میں ضرور شہرت اور عزت مل جاتی ہے، کیونکہ اس کا مقصد ہی یہی ہوتا ہے۔ لیکن روزِ محشر بڑی بدنامی سے واسطہ پڑے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ یُسَمِّعْ یُسَمِّعِ اللّٰہُ بِہٖ، وَمَنْ یُرَائِیْ یُرَائِیْ اللّٰہُ بِہٖ۔[2]

"جو آدمی شہرت کے لیے نیک کام کرے گا (روزِ قیامت سب کے سامنے) اللہ تعالیٰ اس کو بدنام اور رسوا کر دیں گے، اور جو آدمی دکھلاوے کے لیے نیک کام کرے گا (روزِ قیامت اللہ تعالیٰ سب کے سامنے) اس کی حقیقت کا پردہ فاش کر دیں گے۔"

ریاکاروں کی رسوائی اور ذلت کی ایک شکل یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اُن کا ریاکارانہ کام قبول کرنے سے صاف انکار کر دیں گے، جس کی تفصیل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بیان کی ہے:

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : اَنَا اَغْنَی الشُّرَکَاءِ عَنِ الشِّرْکِ، مَنْ عَمِلَ عَمَلاً اَشْرَکَ فِیْہِ مَعِیَ غَیْرِیْ تَرَکْتُہٗ وَشِرْکَہٗ۔[3]

"اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: حصے داری کے معاملے میں، مَیں سب سے زیادہ بے نیاز ہوں۔

---

[1] مسند امام احمد، ج ۴، ص ۱۲۶، طبع دار صادر بیروت۔
المستدرک للحاکم، کتاب الرقاق، باب اِنّ الرّیا الشرک الاصغر ۴/۳۲۹

[2] صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب الرّیاء والسمعۃ۔
صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب تحریم الرّیا۔

[3] صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب تحریم الرّیا۔ مسند امام احمد، مسند ابی ہریرۃ حدیث ۷۹۸۷ (اس معنیٰ میں) حدیث صحیح ہے۔ تخریج احمد محمد شاکر، طبع دار المعارف مصر۔

جس نے کسی کام میں میرے ساتھ کسی دوسرے کو شریک بنایا تو میں اس کو اس کے شرک سمیت چھوڑ دوں گا۔"

اگر معاملہ یہاں تک ہوتا تو قدرے غنیمت تھا لیکن صورتِ حال کی سنگینی کا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ شہید، عالمِ دین اور سخی جیسے جلیل المرتبت لوگوں کو بھی، اگر وہ ریاکار ہوں تو اُن کی ریاکاری کی وجہ سے قصوروار ٹھہرا کر مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کر دیا جائے گا۔ اُن کے سارے نیک اعمال مٹی میں ملا دیتے جائیں گے اور اُن کو اوندھے منہ جہنم رسید کر دیا جائے گا۔ اس کی تفصیلات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بیان کی ہیں:

اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ یُقْضٰی عَلَیْہِ رَجُلٌ اسْتُشْھِدَ ....

وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَہٗ وَقَرَءَ الْقُرْاٰنَ ....

وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَعْطَاہُ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ .....

(الیٰ آخر الحدیث)[1]

"روزِ قیامت جس آدمی کے خلاف سب سے پہلے فیصلہ ہوگا وہ ایک شہید ہے، جسے اللہ تعالیٰ کی جناب میں پیش کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں اور احسانات یاد دلائیں گے۔ وہ ان نعمتوں اور احسانات کا اقرار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرمائیں گے: "تو نے اِن نعمتوں کا حق کس طرح ادا کیا ہے" وہ کہے گا: "میں نے تیری راہ میں جہاد کیا، یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔" اللہ تعالےٰ فرمائیں گے: "تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم تو اس لیے لڑے کہ لوگ تمہیں بہادر کہہ کر پکاریں، اور وہ دنیا میں کہا جا چکا ہے۔" اس کے بعد اس آدمی کے بارے میں حکم صادر ہوگا۔ اور اسے منہ کے بل گھسیٹ کر آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب مَنْ قَاتَلَ للرِّیاء والسُّمْعَۃِ اِستحق النّار۔
سنن النسائی، کتاب الجہاد، باب من قاتل لیقال فلانٌ جریٌ۔

——— پھر ایک دوسرا آدمی اللہ کے حضور پیش کیا جائے گا، جس نے علم سیکھا اور سکھایا، اور قرآن پڑھا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں اور احسانات یاد دلائیں گے اور وہ ان نعمتوں اور احسانات کا اقرار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ دریافت کریں گے: "تو نے اِن نعمتوں کا حق کس طرح ادا کیا؟" وہ جواباً عرض کرے گا: "میں نے علم حاصل کیا، دوسروں کو سکھایا اور تیری رضا کے لیے قرآن کی خدمت کی۔" اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: "تم جھوٹ بول رہے ہو، تم نے علم اس لیے حاصل کیا کہ عالِم کے نام سے شہرت پاؤ، اور قرآن اس لیے سیکھا کہ قاری کہلاؤ۔ اور یہ شہرت تمہیں دنیا میں مل چکی۔" اس کے بعد اس شخص کے بارے میں حکم صادر ہوگا۔ اور اسے منہ کے بل گھسیٹ کر آگ میں پھینک دیا جائیگا۔

——— ایک اور آدمی اللہ کے حضور پیش کیا جائے گا جو خاصا مالدار تھا، اللہ نے اسے انواع و اقسام کا مال عطا فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں اور احسانات یاد دلائیں گے تو وہ اِن نعمتوں اور احسانات کا اقرار کرلے گا۔ اللہ تعالیٰ دریافت کریں گے: "تو نے اِن نعمتوں کا حق کس طرح ادا کیا؟" وہ جواب دے گا: "جہاں جہاں خرچ کرنا آپ کی ذات کو پسند تھا میں نے وہاں وہاں اس کو خرچ کیا ——— اور یہ سب آپ کی رضا کی خاطر کیا۔" اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: "تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم نے صرف اس لیے ایسا کیا کہ تمہیں سخی کے نام سے شہرت ملے۔ اور یہ شہرت تم دنیا میں پاچکے۔" پھر اس کے بارے میں فیصلہ صادر ہوگا۔ اور اسے منہ کے بل گھسیٹ کر آگ میں پھینک دیا جائے گا۔"

ریا، شہرت اور ناموری کے مذکورہ بالا انجام کو سمجھ لینے کے بعد بھی اگر کسی کے دماغ میں یہ خنّاس سوار ہو تو نہ صرف اسے اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیے بلکہ اپنی عقل اور سمجھ داری کا بھی ماتم کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ریا، شہرت اور ناموری کے فتنے سے دنیا و آخرت میں محفوظ رکھے۔ آمین!

(۲) غیر اللہ کے نام کی قسم کھانا:

اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی یا اس کے اسماء و صفات کے علاوہ کسی بھی چیز کی قسم کھانا شرعاً جائز نہیں۔ اگر قسم کھانے والا اس تصور اور یقین کے ساتھ غیر اللہ کی قسم کھاتا ہے کہ اگر میں نے جھوٹ بولا

یا غلط بیانی کی تو جس ہستی کی قسم کھا رہا ہوں وہ مجھے مافوق الفطرت طریقے سے نقصان پہنچا سکتی ہے تو اس کا ایمان باللہ ختم ہو جاتا ہے اور وہ حدودِ ایمان سے نکل کر شرکِ اکبر کی گھاٹیوں میں گر جاتا ہے۔

اور اگر یہ قسم محض جذبۂ احترام کے ساتھ کھائی جائے تو بھی شرکِ اصغر ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں جن جن ناموں سے قسم کھائی جاتی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سب سے منع فرما دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یَنْھَاکُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِآبَاءِکُمْ، فَمَنْ کَانَ حَالِفًا فَلْیَحْلِفْ بِاللّٰہِ اَوْ لِیَصْمُتْ [۱]

"اللہ تعالیٰ تمہیں باپ دادا کے نام کی قسم کھانے سے روک رہے ہیں، جس کسی کو قسم کھانی ہو وہ اللہ کے نام کی قسم کھائے ورنہ خاموش رہے۔"

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

لَا تَحْلِفُوْا بِالطَّوَاغِیْ وَلَا بِآبَاءِکُمْ [۲]

"نہ بتوں کے نام کی قسم کھاؤ اور نہ باپ دادا کے نام کی قسم کھاؤ۔"

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کے نام کی قسم کھائی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو انہیں مخاطب کر کے فرمایا:

لَا تَحْلِفْ بِاَبِیْکَ فَاِنَّہٗ مَنْ حَلَفَ بِغَیْرِ اللّٰہِ فَقَدْ اَشْرَکَ [۳]

---

[۱] صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب لا تحلفوا بآباءکم۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب النہی عن الحلف بغیر اللہ۔

[۲] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب من حلف باللات والعزّٰی فلیقل لا إلٰہ إلّا اللہ۔

[۳] بخاری و مسلم، حوالہ سابقہ۔ الفاظ میں تھوڑا سا اختلاف ہے۔ اس حدیث کے لفظ مسند امام احمد کے ہیں۔ مسند امام احمد حدیث ۶۰۷۲۔ معروف محدث علامہ احمد شاکر نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ج ۸ ص ۲۷۸۔ طبع دار المعارف مصر۔

"اپنے باپ کے نام کی قسم نہ کھاؤ کیونکہ جس نے اللہ کے علاوہ کسی بھی ذات کی قسم کھائی اُس نے شرک کیا"۔

اسی طرح بیت اللہ شریف یعنی خانہ کعبہ کی قسم کھانا بھی منع ہے۔ ایک حدیث میں یوں ہے:

سَمِعَ ابْنُ عُمَرَ رَجُلاً یَقُوْلُ : وَالْکَعْبَۃِ، فَقَالَ : لاَ تَحْلِفْ بِغَیْرِ اللّٰہِ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ: مَنْ حَلَفَ بِغَیْرِ اللّٰہِ فَقَدْ کَفَرَ اَوْ اَشْرَکَ[1]

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سنا کہ ایک آدمی خانہ کعبہ کی قسم کھا رہا ہے تو فرمایا: اللہ کے بجائے کسی اور کی قسم مت کھاؤ، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: "جس نے اللہ کے علاوہ کسی چیز کی قسم کھائی اس نے کفر کیا، یا اس نے شرک کیا"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی الاطلاق اللہ تعالیٰ کے نام کے علاوہ کسی بھی چیز کی قسم کھانے کو شرک قرار دیا ہے، فرمایا:

مَنْ حَلَفَ بِشَیْءٍ دُوْنَ اللّٰہِ فَقَدْ اَشْرَکَ[2]

"جس نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی بھی چیز کی قسم کھائی اس نے شرک کیا"۔

اور اگر کبھی بھولے سے بھی کسی مسلمان کے منہ سے ایسی قسم نکل جائے جس میں شرکِ حقیقی کا اندیشہ ہو تو فوراً کلمۂ توحید ادا کر کے تجدیدِ ایمان کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] سنن الترمذی، کتاب الایمان والنذور، باب ماجاء فی کراھیۃ الحلف بغیر اللہ۔ المستدرک للحاکم، کتاب الأیمان والنذور، باب من اکبر الکبائر ۲۹۷/۴۰۰۰۔ مسند امام احمد حدیث ۶۰۷۲، ج ۸، ص ۲۷۸، تحقیق احمد شاکر، حدیث صحیح ہے۔ محدث العصر شیخ الالبانی نے بھی ارواء الغلیل (حدیث ۲۵۶۱) میں صحیح قرار دیا ہے۔

[2] المستدرک للحاکم، کتاب الأیمان، باب من حلف ۵۲/۱۰۰۰۔ مسند احمد، حدیث ۳۲۹ تحقیق احمد محمد شاکر، طبع دار المعارف مصر۔ سنن الترمذی، کتاب الأیمان والنذور، باب ماجاء فی کراھیۃ الحلف بغیر اللہ۔ حدیث صحیح ہے، ملاحظہ ہو تحقیق الالبانی۔ ارواء الغلیل حدیث ۲۵۶۱۔

مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِي حَلْفِهٖ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى فَلْيَقُلْ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ"۔[1]

"جس نے لات اور عزّٰی نامی بت کی قسم کھائی وہ فوراً "لا الٰہ الا اللہ" کہہ لے۔ (تجدید ایمان کرلے۔)

لہٰذا دیوی دیوتا، رزق، دودھ، اولاد، والدین، پیر پیغمبر اور اہلِ مزار کی قسم کھانے والوں کو فوراً تجدید ایمان کرلینا چاہیے۔

مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں یہ بات واضح اور ثابت ہوجاتی ہے کہ کسی حیوان، نعمت، دودھ، پھل، رزق، اولاد، باپ، دادا، بزرگ، جن، فرشتے، بیت اللہ، ولی، نبی یا رسول کی قسم کھانا شرعاً جائز نہیں۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی یا اس کے اسماء وصفات کی قسم کھائی جاسکتی ہے۔ قرآنِ کریم چونکہ اللہ کا کلام ہے اور کلام متکلم کی صفت ہوتی ہے، لہٰذا اس حیثیت سے قرآن کریم کی قسم کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین غیر اللہ کی قسم کھانے سے کس قدر پرہیز کرتے تھے اس کی حقیقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے معلوم ہوسکتی ہے:

فَوَاللّٰهِ مَا حَلَفْتُ بِهَا مُنْذُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْهَا ذَاكِرًا وَلَا آثِرًا۔[2]

"قسم بخدا جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر اللہ کی قسم کھانے سے منع فرمایا اس وقت سے نہ تو میں نے خود کبھی جان بوجھ کر غیر اللہ کی قسم کھائی اور نہ ہی کسی دوسرے کی کھائی ہوئی قسم کو بطورِ نقل بیان کیا۔"

اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

لَاَنْ اَحْلِفَ بِاللّٰهِ كَاذِبًا اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَحْلِفَ بِغَيْرِهٖ صَادِقًا۔[3]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب لا یحلف باللات والعزّٰی۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب من حلف باللات والعزّٰی فلیقل "لا الٰہ الا اللہ"۔ مسند احمد، ج ۱۰، ص ۲۲۱، حدیث ۸۰۲۳، بتحقیق احمد محمد شاکر طبع دار المعارف مصر۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب النہی عن الحلف بغیر اللہ۔

[3] المعجم الکبیر للطبرانی ۳/۱۷/۲/، مصنف ابن ابی شیبہ ۴/۱۷۹، مجمع الزوائد للہیثمی ۴/۱۷۷، نقلاً عن ارواء الغلیل ج ۸، ص ۱۹۱۔ محدث العصر علامہ الالبانی نے قول مذکور کو سنداً صحیح قرار دیا ہے۔ بحوالہ ارواء الغلیل۔

”مجھے یہ بات قبول ہے کہ میں اللہ کے نام کی جھوٹی قسم کھا لوں لیکن یہ برداشت نہیں کہ غیر اللہ کے نام کی سچی قسم کھاؤں“۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایسا اس لیے فرمایا کیونکہ اللہ کے نام کی جھوٹی قسم کھانا اگرچہ بہت بڑا گناہ ہے لیکن بہرحال شرک نہیں ہے، جبکہ غیر اللہ کے نام کی قسم کھانا شرک ہے۔

(۳) بدشگونی کرنا

نادانی، لاعلمی اور جہالت انسان کو مختلف وہموں اور وسوسوں میں دھکیل دیتی ہے چنانچہ وہ ایسی ایسی حرکتیں کرتا ہے کہ بالآخر اسلام کے آخری کنارے تک پہنچ جاتا ہے یا عملاً کفر و شرک کے اندھے کنوئیں میں گر جاتا ہے۔ انہی لایعنی حرکتوں میں سے ایک ہے ”بدشگونی کرنا“ یعنی اگر کسی کام کے دوران یا انجام پر کسی ایسی صورتِ حال سے واسطہ پڑ جائے جو دل پسند نہ تھی تو مختلف قسم کی بدشگونیوں کا شکار ہو جاتا ہے، اور سارے نقصان یا تکلیف کو بدشگونی کے گلے باندھ دیتا ہے۔ حالانکہ امرِ واقعہ یہ ہے کہ نفع ہو یا نقصان، ہر چیز اللہ کے حکم اور اس کی رضا سے آتی ہے۔ جبکہ بدشگونی کرنے والا اپنے اعتقاد میں نفع و نقصان کا مالک اور مختار اللہ تعالیٰ کی بجائے اس مخصوص چیز کو سمجھ بیٹھتا ہے جس کے ذریعے وہ بدشگونی پکڑ رہا ہوتا ہے۔ اسی لیے شریعت نے بدشگونی کرنے کو شرک قرار دیا ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

”اَلطِّیَرَۃُ شِرْكٌ، اَلطِّیَرَۃُ شِرْكٌ، اَلطِّیَرَۃُ شِرْكٌ“[۱]

”بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے“۔

ایک دوسرے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[۱] سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب فی الطیرۃ۔
سنن الترمذی، کتاب السیر، باب ما جاء فی الطیرۃ۔
امام ترمذی اور دیگر ائمہ حدیث نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

مَنْ رَدَّتْهُ الطِّيَرَةُ مِنْ حَاجَةٍ فَقَدْ اَشْرَكَ [۱]

"جس کسی کو بدشگونی نے اپنی ضرورت پر جانے سے واپس کر دیا اس نے شرک کیا"

اور اگر کبھی کسی کام کے دوران ایسی صورت پیش آ ہی جائے جس سے انسان کبیدہ خاطر یا ذہنی الجھن کا شکار ہو رہا ہو تو شکست قبول کر لینے کی بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے علاج کے مطابق یہ دعا پڑھ لے۔

اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُكَ، وَلَا طَيْرَ اِلَّا طَيْرُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ [۲]

"اے اللہ فائدہ بھی آپ کی طرف سے ہے اور نقصان بھی آپ ہی کی طرف سے، اور میرا تو آپ کی ذات کے علاوہ کوئی سہارا اور معبود نہیں"

اس توکل کامل سے ذہنی سکون بھی مل جائے گا، اور بدشگونی کا اثر بھی دل سے دور ہو جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بدشگونی کا واحد علاج توکل علی اللہ ہے:

الطِّيَرَةُ شِرْكٌ وَلٰكِنَّ اللهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ۔ [۳]

"بدشگونی شرک ہے، لیکن توکل کرنے سے اللہ تعالیٰ اسے دور کر دیتا ہے"

---

[۱] مسند امام احمد، حدیث ۷۰۴۵، دار المعارف مصر، مجمع الزوائد للہیثمی ۵/۱۰۵۔ امام الہیثمی اور محدث العصر علامہ احمد محمد شاکر نے حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

[۲] مسند امام احمد، حدیث ۷۰۴۵، دار المعارف مصر، مجمع الزوائد للہیثمی ۵/۱۰۵۔ امام الہیثمی اور محدث العصر علامہ احمد محمد شاکر نے حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

[۳] سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب فی الطیرۃ۔ سنن الترمذی، کتاب السیر، باب ماجاء فی الطیرۃ۔ امام ترمذیؒ نے حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ مسند امام احمد، حدیث ۴۱۹۴، مشہور و معروف محدث علامہ احمد محمد شاکر نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ طبع دار المعارف، مصر۔

(۴) دَم کرنا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ مبارکہ سے پہلے عرب نظرِ بد، بخار، درد، بچھو یا سانپ کے ڈسنے، بھڑ اور مکھی کے کاٹنے پر دَم کیا کرتے تھے۔ چونکہ یہ دَم زمانہ جاہلیت کے اختیار کردہ تھے، یا یہود و نصاریٰ سے سیکھے ہوئے تھے، اور اس میں شرکیہ اور کفریہ اعتقادات و الفاظ شامل تھے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شرکیہ دموں سے منع فرما دیا۔ چنانچہ فرمایا:

اِنَّ الرُّقیٰ وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَۃَ شِرْکٌ [۱]

"دَم، تعویذ اور ٹوٹکے گنڈے سب شرک ہے۔"

البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط کے ساتھ دم کرنے کی اجازت دی کہ اس میں شرکیہ الفاظ نہ ہوں۔ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

كُنَّا نَرْقِي فِي الجَاهِلِيَّةِ فَقُلْنَا: يَارَسُولَ اللهِ كَيْفَ تَرَىٰ فِي ذٰلِكَ؟
قَالَ: "اعْرِضُوا عَلَيَّ رُقَاكُمْ". ثُمَّ قَالَ: "لَا بَأْسَ بِمَا لَيْسَ فِيهِ شِرْكٌ" [۲]

ظہورِ اسلام سے پہلے ہم دَم کیا کرتے تھے۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: اس معاملے میں آپؐ کی کیا رائے ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے اپنے دَم سناؤ۔" ہمارے دَم سننے کے بعد فرمایا: "ایسے دَم میں کوئی حرج نہیں جس میں شرکیہ کلمات نہ ہوں۔"

لہٰذا معلوم ہوا کہ دَم کرنا فی ذاتہٖ منع نہیں، بلکہ صرف ایسی صورت میں منع ہے جب اس میں شرکیہ کلمات

---

[۱] سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب فی تعلیق التمائم۔ المستدرک للحاکم، کتاب الطب، باب النہی عن الرقی والتمائم والتولہ ۴/۲۱۷۔ اور کتاب الرقی والتمائم، باب التمائم ما علق قبل البلاء۔ ۴/۴۱۸۔ امام حاکم نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

[۲] صحیح مسلم، کتاب السلام، باب لاباس بالرقی ما لم یکن فیہ شرک۔ سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب ما جاء فی الرقی۔

پائے جائیں۔

احادیثِ مبارکہ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کئی مواقع پر دَم کیا ہے اور دوسروں کو بھی سکھایا ہے۔ یہ دُم متعدد کتب حدیث میں موجود ہیں[1]۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے اُوپر قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ کر دَم کیا کرتے تھے[2]۔

اس کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّت کو دَم کرنے اور اس سے فائدہ اُٹھانے کی اجازت دی ہے[3]۔

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَّنْفَعَ اَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ۔[4]

"تم میں سے جو کوئی اپنے بھائی کو فائدہ دے سکتا ہو وہ ضرور اسے فائدہ پہنچائے۔"

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الطب، باب رُقیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب استحباب الرقیۃ من العین۔ سنن ابی داوٗد، کتاب الطب، باب کیف الرقی۔
سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب فی دعاء المریض۔

۲۔ صحیح بخاری، کتاب فضل القرآن، باب فضل المعوّذات۔ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب رقیۃ المریض بالمعوّذات۔
موطأ امام مالک، کتاب العین، باب التعوّذ والرّقیۃ فی المرض۔

۳۔ صحیح بخاری، کتاب الطب، باب ذات الجنب۔ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب استحباب الرّقیۃ من العین۔
سنن الترمذی، کتاب الطب، باب ما جاء فی الرّقیۃ من العین۔ مسند امام احمد، ج ۶، ص ۴۳۸۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الطب، باب الرّقی من العین۔

۴۔ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب استحباب الرّقیۃ من العین۔ مسند امام احمد، ج ۳، ص ۳۰۲، ۳۳۴، ۳۸۲، ۳۹۳۔
سنن البیہقی، کتاب الضحایا، باب اباحۃ الرقیۃ بکتاب اللہ عزّوجلّ۔ ۹/۳۴۸۔

اور اگر دَم کرنے کے عوض کچھ دنیاوی فائدہ حاصل کر لیا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اسے دھندا اور کاروبار بنا کر دَم درود کرنے کی دکانیں نہ کھول لی جائیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے مبارک دَور میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ ہنگامی صورت کی ایک نادر مثال سے دوکانداری کے لیے دلیل بنانا صحیح نہیں ہے۔

(۵) تعویذ لکھنا اور باندھنا

امرِ واقعہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کبھی خود تعویذ لکھا، نہ کسی کو کہہ کر لکھوایا اور نہ ہی آپؐ کی موجودگی میں کسی صحابی نے تعویذ لکھا۔ بلکہ زمانہ جاہلیت میں رائج تعویذوں کو آپؐ نے بایں الفاظ شرک قرار دیا:

مَنْ عَلَّقَ تَمِيْمَةً فَقَدْ اَشْرَكَ [۱]

"جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا"

ایک موقع پر فرمایا:

اِنَّ الرُّقٰى والتَّمَائِمَ والتِّوَلَةَ شِرْكٌ [۲]

"دم، تعویذ اور ٹوٹکے گنڈے سب شرک ہے"

اس کے باوجود دَورِ صحابہؓ ہی سے تعویذ لکھنے یا نہ لکھنے کے بارے میں شدید اختلاف رہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نیز حضرت ابوجعفر الباقر رحمہ اللہ تعویذ لکھنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ مذکورہ بالا احادیث کی وہ یہ توجیہ و تاویل کرتے ہیں کہ اس سے مراد شرکیہ اور دَورِ جاہلیت

---

۱ المستدرک للحاکم، کتاب الطب، امساک النبی صلی اللہ علیہ وسلم بیعۃ رجل ۔۔۔۔۔ ج ۴ ص ۲۱۹۔ مسند امام احمد، ج ۴، ص ۱۵۶۔ محدث زمانہ الشیخ ناصرالدین الالبانی نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ، ۴۹۲۔

۲ حوالہ گزر چکا ہے۔

کے تعویذ ہیں۔ اور اگر قرآنی آیات یا ادعیہ مسنونہ لکھ کر تعویذ تیار کیا جائے تو کوئی حرج نہیں اور جائز ہے۔ جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت عبداللہ بن عباس' حضرت حذیفہ بن یمان' حضرت عقبہ بن عامر اور حضرت عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہم ہر قسم کے تعویذ کو شرک قرار دیتے ہیں۔ اُن کی دلیل یہ ہے کہ "اگر تعویذ کی کوئی شکل جائز ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اس کا اہتمام کرتے جیساکہ دَم کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام تھا۔ یا کم از کم دوسروں کو سکھاتے یا اجازت ہی دے دیتے۔"

تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ خود لکھا، نہ دوسروں کو سکھایا اور نہ ہی کسی کو اس کی اجازت دی تو معلوم ہوا کہ شریعت کا منشا یہ ہے کہ تعویذ سے پرہیز کیا جائے۔ اور یہی بات مزاجِ شریعت کے قریب معلوم ہوتی ہے۔

اور اگر قرآنی آیات یا اللہ تعالیٰ کے مبارک و مقدس ناموں پر مشتمل تعویذ جائز بھی سمجھ لیے جائیں تو بھی ایک مشکل یہ ہے کہ اِن کا کما حقہٗ احترام ناممکن ہے۔ کیونکہ قرآنی آیات اور اللہ تعالیٰ کے مبارک و مقدس ناموں کو ناپاک جگہ (بیت الخلاء وغیرہ) میں لے جانا منع ہے، لہٰذا تعویذ والے آدمی کو ہر موقع پر اس بات کی پابندی کرنا پڑے گی کہ وہ تعویذ سمیت کسی ناپاک جگہ پر نہ جائے' اور یہ احتیاط بھی تقریباً ناممکن اور محال ہے۔ لہٰذا صحیح ترین رائے یہ ہے کہ ہر قسم کے تعویذ سے پرہیز کیا جائے۔ بطور متبادل قرآنی آیات کی تلاوت اور مسنون دعاؤں سے فائدہ اُٹھایا جائے۔ یہی مسنون طریقہ ہے اور یہی محتاط اور محفوظ راستہ ہے۔

بقیہ: روزے اور قرآن کا باہمی تعلق

اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ "اگر تم ہمارا شکر کرو گے تو ہم تمہیں اور زیادہ نعمتیں دیں گے اور اگر تم نے ناشکری کی تو پھر ہمارا عذاب بھی بڑا سخت ہو گا"۔ اور جیسے سورہ محمد (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں فرمایا: یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ "اے اہل ایمان! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا"۔ تم اللہ (کے دین) کی مدد نہ کرو بلکہ اس کے دشمنوں سے ساز باز کرو' اس کے باغیوں سے یارانہ گانٹھو اور چاہو کہ اللہ تمہاری مدد کرے تو یہ نہیں ہو گا! ہاں اس کا ارشاد ہے کہ اگر تم

مجھے یاد رکھو گے تو میں تمہیں یاد رکھوں گا۔ (فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ)۔ اور ایک حدیثِ قدسی میں تو بڑے پیارے الفاظ آتے ہیں کہ "اگر میرا بندہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ میرا بندہ میری طرف بالشت بھر آتا ہے تو میں اس کی طرف ہاتھ بھر آتا ہوں۔ میرا بندہ اگر مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اپنے جی میں یاد کرتا ہوں۔ اور اگر میرا بندہ میرا ذکر محفل میں کرتا ہے تو میں اس سے کہیں اعلیٰ محفل میں 'ملأ اعلیٰ' ملائکہ مقربین کی محفل میں اس کا ذکر کرتا ہوں"۔ تو دو طرفہ معاملہ ہو گا۔ اسی طریقہ سے اگر تم چاہتے ہو کہ میں تمہاری دعائیں قبول کروں تو تم بھی میری پکار پر لبیک کہو۔ وَلْيُؤْمِنُوا بِي "اور انہیں چاہئے کہ مجھ پر ایمان پختہ رکھیں"۔ اس آیت کا اختتام ہوتا ہے ان الفاظ مبارکہ پر: لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ تاکہ ان کے لئے فوز و فلاح اور رشد و ہدایت کی راہیں کھل جائیں اور یہ ان راہوں پر گامزن ہو جائیں۔

بقیہ: رزق و مال

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝ (الاسراء:۲۷)

"اور فضول و بے جا مال خرچ نہ کرو کیونکہ فضول و بے جا خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے"۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۝ (الاسراء:۲۹)

"اور نہ اپنے ہاتھ کو گردن سے باندھ رکھ کہ کچھ خرچ ہی نہ کرے اور نہ اسے بالکل کھلا چھوڑ دے کہ سب کچھ خرچ کر ڈالے، پھر بیٹھ جائے ہو کر ملامت زدہ و درماندہ خالی ہاتھ"۔

بہرحال اسراف و تبذیر کا تعلق ذاتی نوعیت کے مصارف سے ہے، فی سبیل اللہ اور راہِ خدا میں خرچ کرنے سے نہیں، کیونکہ اس میں خواہ کتنا ہی زیادہ خرچ کر دیا جائے، بلکہ سارے کا سارا خرچ کر دیا جائے جب بھی اسراف کی تعریف میں نہیں آتا، بلکہ "انفاق العفو" کے تحت آتا ہے اور اس پر بندہ مومن بڑے اجر و ثواب کا مستحق قرار پاتا ہے۔

(جاری ہے)

رفتارِ کار

سودی معیشت کے خلاف تنظیم اسلامی کے زیرِ اہتمام

پاکستان کے طول و عرض میں احتجاجی مظاہرے

مختلف شہروں سے موصول ہونے والی رپورٹوں کی روشنی میں

ہم مسلمانانِ پاکستان کی بد بختی ہے کہ ہم گزشتہ پینتالیس سالوں سے اللہ اور اس کے رسولؐ کے خلاف حالتِ جنگ میں ہیں اور سودی معیشت کو اپنا کر ہم نے خود کو نبی اکرمؐ کی سخت ترین لعنت کا مستحق بنایا ہوا ہے۔ اس پس منظر میں وفاقی شرعی عدالت کا وہ فیصلہ قابلِ مبارک باد ہے جس میں اُس نے سود سے متعلق کئی ملکی قوانین کو غیر اسلامی قرار دیتے ہوئے حکومت کو اس بات کا پابند بنایا ہے کہ جون ۹۲ء تک سودی نظام کو ختم کر کے نیا معاشی نظام تشکیل دے ۔ وفاقی شرعی عدالت کا یہ تاریخ ساز فیصلہ جہاں اہلِ پاکستان کے لئے روشنی کی ایک کرن کی مانند ہے' وہیں حکومت' سیاسی جماعتوں اور مذہبی حلقوں کے لئے ایک آزمائش بھی ہے کہ وہ اس موقع پر کیا کردار ادا کرتے ہیں۔

تنظیمِ اسلامی پاکستان جو معروف معنوں میں نہ کوئی سیاسی جماعت ہے اور نہ مذہبی فرقہ' بلکہ ایک "اسلامی انقلابی جماعت" ہے جس کی یہ سوچی سمجھی رائے ہے کہ پاکستان میں اگر اسلامی نظام آسکتا ہے تو صرف اور صرف انقلابی جدوجہد سے ہی آسکتا ہے۔ تاہم اسلامی نظام کی جانب جو بھی پیش رفت ہو' تنظیمِ اسلامی نے ہمیشہ اس کی تحسین کی ہے۔ تنظیمِ اسلامی ایک طرف تو انقلابی جدوجہد کے لئے لوگوں کو دعوت دیتی ہے اور ان کی تربیت کرتی ہے تاآنکہ وہ معتدبہ تعداد مہیا ہو سکے کہ باطل نظام کو چیلنج کیا جا سکے اور دوسری طرف وہ چیلنج اور اقدام کے مرحلے کا انتظار کئے بغیر ہر بدی کے خلاف جہاد باللسان میں مصروف ہے۔ لہٰذا اس اہم اور نازک موڑ پر بھی تنظیمِ اسلامی نے اپنے طور پر رائے عامہ کو متحرک کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی اور پے در پے منظم مظاہروں کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہے۔ چنانچہ گزشتہ ماہ ہی ۱۹ جنوری کو اس سلسلہ میں ایک بھرپور مظاہرہ لاہور میں ہو چکا ہے۔ ۲۲ر فروری کو اس سلسلہ میں ملک کے کئی اہم شہروں میں بیک وقت مظاہروں کی کال دی گئی۔

☆لاہور

لاہور میں یہ مظاہرہ شاہراہِ قائداعظم کے مغربی سرے پر واقع ناصر باغ سے سہ پہر تین بجے شروع ہوا۔ اس مظاہرہ کی ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ اس میں تحریکِ خلافت کے معاونین بھی بڑی تعداد میں شریک ہوئے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق شرکاءِ مظاہرہ کی تعداد چھ سو کے لگ بھگ تھی۔ حسبِ معمول ٹھیک وقت پر مظاہرین نے صف بندی مکمل کر لی۔ تنظیم اسلامی کے ان خاموش لیکن منظم مظاہروں نے اب ایک روایت کی شکل اختیار کر لی ہے اور پریس بھی اب ان کا نوٹس لینے پر مجبور ہو گیا ہے۔ چنانچہ صف بندی مکمل ہونے کے ساتھ ہی پریس فوٹوگرافروں کی ایک بڑی تعداد نے تصاویر بنائیں۔ چار لمبی قطاروں کی شکل میں بینروں اور ٹی بورڈز سے مسلح مظاہرین باوقار انداز میں روانہ ہوئے۔ پولیس کے مسلح دستے ساتھ ساتھ چل رہے تھے، حالانکہ انتظامیہ اب جان چکی ہے کہ یہ تنظیم پُر امن رہتی ہے اور اس کا مقصد لوگوں کی جان و مال کو نقصان پہنچانا نہیں، بلکہ محض اپنے جذبات کا اظہار کرنا ہے۔ مظاہرین کے آگے اور پیچھے دو گاڑیوں پر لاؤڈ سپیکر نصب تھے جن سے مؤثر انداز میں لوگوں کو مظاہرہ کی غرض و غایت سے آگاہ کیا جاتا رہا۔ علاوہ ازیں کچھ رفقاء راستہ بھر پمفلٹ تقسیم کرتے رہے جس میں قرآن و حدیث کی روشنی میں سود کی حرمت، سود کے گناہ کی شدت اور سود کی قباحت و شناعت کو واضح کیا گیا تھا۔ اس میں مندرج حضورؐ کی وہ حدیث پڑھ کر تو انسان کانپ جاتا ہے جس میں حضورؐ نے فرمایا ہے کہ "سود کے گناہ کے ستر حصے ہیں اور ان میں سب سے ہلکا حصہ اس کے مساوی ہے کہ انسان اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کرے" (مستدرک حاکم)

ابتداء میں اس مظاہرے کی قیادت ناظمِ اعلیٰ تنظیم اسلامی پاکستان جناب ڈاکٹر عبدالخالق، ناظمِ اعلیٰ تحریکِ خلافت پاکستان جناب عبدالرزاق، معتمدِ عمومی تنظیم اسلامی پاکستان جناب چودھری غلام محمد، امیرِ تنظیم اسلامی لاہور شہر جناب مرزا محمد ایوب بیگ اور ناظم تنظیم اسلامی لاہور شہر جناب غازی محمد وقاص نے کی۔

شاہراہِ قائداعظم پر مارچ کرتے ہوئے بینک اسکوائر پر، بینکوں کی بڑی بڑی عمارات کے سامنے امیرِ شہر، جناب مرزا محمد ایوب بیگ نے اپنے خطاب کا آغاز برمحل طور پر اقبال کے ان اشعار سے کیا۔

رعنائیٔ تعمیر میں، رونق میں، صفا میں
گرجوں سے کہیں بڑھ کے ہیں بینکوں کی عمارات

ظاہر میں تجارت ہے، حقیقت میں جُوا ہے
سُود ایک کا، لاکھوں کے لئے مرگِ مفاجات

انہوں نے وزیرِ مملکت برائے اقتصادی امور سردار آصف احمد علی کی جانب سے سود جاری رکھنے کی حمایت میں دیئے گئے بیانات کی شدید مذمت کی اور ان کی جانب سے وقتاً فوقتاً کی جانے والی نکتہ آفرینیوں کا مدلل جواب دیا۔

فیصل چوک سے واپس مسجدِ شہداء تک جلوس کی قیادت امیرِ تنظیم اسلامی و داعیٔ تحریکِ خلافت پاکستان محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے کی۔

نماز عصر شرکاءِ مظاہرہ نے مسجدِ شہداء میں ادا کی اور نماز کے فوراً بعد امیرِ محترم ڈاکٹر صاحب کا خطاب ہوا۔ تقریباً پینتالیس منٹ کے اس خطاب کو حاضرین نے بڑی دلجمعی سے سنا اور دعا کے ساتھ اس پروگرام کا بخیر و خوبی اختتام ہوا۔

شرکاء اپنے اپنے گھروں کی جانب مطمئن چہروں کے ساتھ روانہ ہوئے، یہ امید لئے ہوئے کہ شاید اب بھی اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل و کرم سے اس ملک میں اپنے دین کا بول بالا کر دے، ورنہ پھر عذاب کا کوئی مزید کوڑا دُور نہیں۔ جب گندم پستی ہے تو گھن بھی ساتھ ہی پستا ہے۔ لیکن جن لوگوں نے اس کے دین کی نصرت کی، وہ یومِ آخرت تو کسی نہ کسی درجہ میں یہ معذرت پیش کر سکیں گے کہ اے ہمارے ربّ! ہم نے تو اپنی سی کوشش ضرور کی تھی، ہم نے تو تجھ سے اور تیرے رسولؐ سے جنگ بندی کرانے کی پوری کوشش کی، لیکن ہم بااختیار نہ تھے، مجبور تھے...... اور پھر یہ بھی تو ناممکن نہیں کہ اس دھرتی پر ہی میرا مولا وہ دن دکھائے کہ ہم اس مجبوری کی زنجیروں کو توڑ ڈالیں اور اس باطل نظام سے دست بدست ہو کر اپنے ربّ کو راضی کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ!

(مرتب: میاں اعجاز احمد)

☆ کراچی

تنظیمِ اسلامی پاکستان کی طرف سے سودی نظام کے خلاف ملک گیر احتجاجی مظاہروں کی اپیل پر لبیک کہتے ہوئے تنظیمِ اسلامی حلقۂ سندھ کی جانب سے کراچی میں بھی پُر امن اور خاموش مظاہروں کا اہتمام کیا گیا تھا۔ کراچی پاکستان کا سب سے بڑا صنعتی و تجارتی شہر ہے، جہاں مزدوروں کا خون رات کو کھٹمل اور دن میں سرمایہ دار چُوستے ہیں۔ شہر کے مرکز اور بڑی سڑکوں

پر یہ مظاہرہ ایک جرأتِ رندانہ تھا، جس میں رفقاء کے شانہ بشانہ معاونینِ تحریکِ خلافت بھی موجود تھے۔ ۲۹ر فروری کی خلافت کانفرنس کی تشہیری مہم کی بے پناہ مصروفیت کے باوصف رفقاءِ تنظیم نے اس مظاہرے میں پورے جوش و خروش کے ساتھ حصہ لیا۔

طویل دورانیہ کا یہ مظاہرہ شہر میں تین مختلف مقامات پر کیا گیا۔ ہدایات کے مطابق شرکاء نے نماز ظہر مسجدِ خضراء میں ادا کی۔ نماز کے بعد شرکاء کو تین گروپوں میں تقسیم کیا گیا اور ہر گروپ کا ایک انچارج مقرر کرنے کے بعد تینوں گروپوں کو ان کے رُوٹس اور مقامات بتا کر روانہ کر دیا گیا۔

دورانیہ کے لحاظ سے مظاہرہ دو اوقات میں منقسم تھا۔ اوّلاً تینوں گروپس کو اپنے مخصوص مقامات پر ساڑھے چار بجے تک رہنا تھا۔ بعد ازاں واپس مسجدِ خضراء پہنچ کر نماز عصر کی ادائیگی کے بعد تمام شرکاء کا مشترکہ طور پر پریس کلب کے سامنے پہنچنا طے تھا، جہاں پریس کلب کے صدر صاحب کو عرضداشت پیش کرنا بھی مدِ نظر تھا۔

حسبِ ہدایات تمام گروپ اپنے نگرانوں کی زیرِ قیادت دو دو کی قطاروں میں مارچ کرتے ہوئے اپنے طے شدہ مقامات پر پہنچ کر کھڑے ہو گئے۔ شرکاء کی صف بندی اور فارمیشن ہر نگران کی صوابدید پر منحصر تھی۔ شاہین کمپلکس پر مظاہرہ کرنے والا گروپ شاہین کمپلکس اور اس کے سامنے کراچی واٹر بورڈ کے ساتھ ساتھ فٹ پاتھ پر، اور آگے بڑھ کر آئی آئی چندریگر روڈ کے دونوں جانب متعین کیا گیا تھا۔ ریگل چوک پر مظاہرین کو مثلث نما فٹ پاتھ پر انگریزی حرف "وی" کی شکل میں ترتیب دیا گیا تھا۔ عید گاہ پر بندر روڈ کے دونوں اطراف عید گاہ کے ساتھ اور سامنے کی طرف جامع کلاتھ کے ساتھ کھڑا کیا گیا تھا۔ دورانِ مظاہرہ چند رفقاء سود کی حرمت اور ۲۹ فروری کی خلافت کانفرنس سے متعلق ہینڈ بلز تقسیم کرتے رہے جب کہ دیگر رفقاء سود سے متعلق مختلف عبارتوں، نعروں اور مطالبوں پر مشتمل کتبے اور بینرز اٹھائے اللہ کے ذکر میں مشغول تھے۔

ٹریفک معمول کے مطابق رواں دواں رہا اور اس میں کسی قسم کا کوئی خلل واقع نہ ہوا، نہ ہی تجارتی اور کاروباری افراد کو کوئی گھبراہٹ ہوئی۔ تنظیم اسلامی کے مظاہرے جہاں اس کے موقف اور مافی الضمیر کے اظہار کا ایک مؤثر ذریعہ ہیں وہیں دیگر جماعتوں اور پارٹیوں کے لئے دعوتِ عمل بھی کہ اپنا احتجاج ایسے بھی ریکارڈ کرایا جا سکتا ہے۔ نہ دنگا فساد، نہ پتھراؤ، نہ پولیس سے آنکھ مچولی، نہ دھماچوکڑی، نہ شور شرابا، نہ نعرہ بازی۔ اصل بات تو عوام و خواص کی توجہ

مبذول کرانا ہے، تاکہ عوام الناس اس موقف کی حمایت کریں اور اہلِ اقتدار اپنا رویہ درست کرلیں۔

پروگرام کے مطابق تینوں گروپس نماز عصر کے لئے مسجدِ خضراء میں جمع ہوئے اور نماز کی ادائیگی کے بعد یکجا ہو کر ناظمِ حلقہ سید نسیم الدین صاحب کی قیادت میں بڑے پروقار اور منظم صورت میں پریس کلب کی طرف روانہ ہو گئے جو کہ مسجدِ خضراء سے چند منٹ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ پریس کلب کے صدر جناب عاصمی صاحب سے ملاقات پہلے سے طے شدہ تھی۔ پریس کلب پہنچ کر مظاہرین ایک قطار میں کلب کے سامنے خاموش کھڑے ہو گئے اور جناب نسیم الدین صاحب، انجمن خدام القرآن سندھ کے صدر زین العابدین اور رفیق مکرم انعام صاحب کے ہمراہ ملاقات کے لئے پریس کلب کے اندر تشریف لے گئے۔ ان کی واپسی تک مظاہرین پر سکون کھڑے ذکرِ الٰہی میں مصروف رہے۔ جناب عاصمی صاحب نے سود کے بارے میں تنظیم اسلامی کے موقف سے اتفاق کیا اور اپنے پورے تعاون کا یقین دلایا۔ ملاقات کے بعد مظاہرین واپس مسجدِ خضراء پہنچے جہاں انہیں رخصت کی اجازت دے دی گئی اور اس طرح یہ پرامن، خاموش احتجاجی مظاہرہ پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اَلحمدُ لِلّٰہِ وَالمِنّۃ۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اسے ہمارے عوام و خواص کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ بفحوائے حدیثِ نبوی "دین تو نصح و خیر خواہی کا نام ہے۔ یعنی اللہ، اس کی کتاب اور اس کے رسولؐ سے وفاداری اور مسلمانوں کے عوام و خواص کی خیر خواہی!

(مرتب: رحیم کاشفی)

☆ راولپنڈی / اسلام آباد

راولپنڈی / اسلام آباد کے رفقاءِ تنظیم اور معاونینِ تحریکِ خلافت حسبِ ہدایت وقتِ مقررہ پر کمیٹی چوک مری روڈ جمع ہو گئے۔ پریس کے نمائندے و فوٹو گرافرز اور پولیس بھی موجود تھی۔ مظاہرے کے آغاز سے قبل دعا مانگی گئی اور تین بجے کے قریب مظاہرے کا آغاز کیا گیا۔ مظاہرین، جناب غلام مرتضیٰ اعوان صاحب کی قیادت میں روایتی نظم کے ساتھ کمیٹی چوک سے مریڑ چوک کی طرف رواں دواں ہوئے۔ لیاقت باغ سے ذرا آگے دفتر روز نامہ جنگ کے سامنے تھوڑی دیر رکنے کے بعد مظاہرین دوبارہ آگے بڑھنے لگے۔ مریڑ چوک سے صدر کا رخ اختیار کرنے کے لئے ذرا دائیں جانب کشمیر روڈ پر مظاہرہ شفٹ کیا گیا۔ اس دوران مرکز سے

موصول ہونے والے ہینڈ بل بھی تقسیم کئے جاتے رہے۔ کشمیر روڈ پر واقع مسجد میں نماز عصر کی ادائیگی کے بعد دفتر نوائے وقت پہنچے' جہاں جناب شمس الحق اعوان صاحب نے مظاہرین سے خطاب فرمایا اور سود کی لعنتوں اور حکومتی حیلوں بہانوں کا تذکرہ شدومد کے ساتھ کیا۔ یہاں بھی پریس کے نمائندے موجود تھے۔ خطاب کے بعد دعا پر مظاہرے کا اختتام ہوا۔ اس مظاہرے میں ستر کے قریب رفقاء و معاونین نے شرکت کی۔

مظاہرے کے فوراً بعد قریبی ہوٹل میں ایک پریس کانفرنس کا پروگرام بھی طے تھا جس میں تمام اخبارات کے نمائندوں کو مدعو کیا گیا تھا۔ اس پُر ہجوم پریس کانفرنس سے جناب شمس الحق اعوان صاحب نے خطاب فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان و عنایت ہے کہ اس نے ہمیں توفیق دی کہ ہم سود جیسے بڑے منکر کے خلاف آواز بلند کر سکیں ۔ اس سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس کی توفیق بھی دے کہ ہم ایسے منکرات کو چیلنج کرنے کے قابل بھی ہو سکیں۔ وَمَا تَوفِیقِی اِلَّا بِاللّٰہ

(مرتب: خالد محمود عباسی)

☆ فیصل آباد

۲۲ر فروری کو تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام ہونے والے ملک گیر مظاہروں کے سلسلہ میں فیصل آباد کے رفقاءِ تنظیم اور معاونینِ تحریکِ خلافت نے بھی ایک خاموش اور منظم احتجاجی مظاہرہ کیا۔ شرکاءِ مظاہرہ حسبِ ہدایت دفتر تنظیم اسلامی واقع صادق مارکیٹ ریلوے روڈ میں جمع ہوئے۔ نماز ظہر باجماعت ادا کرنے کے بعد ملک احسان الٰہی صاحب نے رفقاء کو مظاہرے کے بارے میں تفصیلی ہدایات دیں۔ اس کے بعد جلوس ترتیب دیا گیا۔ ملک احسان الٰہی صاحب کی قیادت میں یہ مظاہرہ تنظیم اسلامی کے مخصوص باوقار انداز میں صادق مارکیٹ ریلوے روڈ سے گزرتا ہوا سرکلر روڈ پر پہنچا جہاں بینکوں کے مرکزی دفاتر واقع ہیں۔ بنکوں کی ان بلند و بالا عمارات کے سامنے نصف گھنٹہ تک رفقاء ٹی بورڈز اور بینرز پکڑے ہوئے قطار میں کھڑے رہے۔

عوام نے اس مظاہرے کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ کچھ حضرات نے مظاہرے کے منتظمین سے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے اسے ایک اچھا قدم قرار دیا۔ اس دوران مختلف مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے بے شمار افراد نے سود کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر سے آگاہی بھی حاصل کی۔ مظاہرے کے دوران سود کی شناعت کے بارے میں ہینڈ بل بھی تقسیم کیا گیا۔

یہ خاموش اور پُر امن مظاہرہ پروگرام کے مطابق سرکلر روڈ اور کچہری بازار سے ہوتا ہوا چوک گھنٹہ گھر پہنچا۔ چوک گھنٹہ گھر فیصل آباد کا سب سے بارونق اور مرکزی علاقہ ہے۔ یہاں شرکاءِ مظاہرہ گھنٹہ گھر کے گرد دائرہ کی شکل میں ٹی بورڈز اور بینرز اٹھائے ہوئے بڑے نظم و ضبط کے ساتھ کچھ وقت کھڑے رہے۔ بعد ازاں سوتر منڈی چنیوٹ بازار سے گزرتا ہوا یہ جلوس واپس تنظیم اسلامی کے دفتر پہنچا اور یوں سود کے خلاف یہ پر امن احتجاجی مظاہرہ اختتام کو پہنچا۔
(مرتب : محمد اسلم)

☆ گوجرانوالہ / گجرات

مرکز کے فیصلے کے مطابق ملک کے تمام بڑے شہروں میں سود کے خلاف ہونے والے احتجاجی مظاہروں کے سلسلہ میں گوجرانوالہ شہر میں بھی ایک منظم احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ اس مظاہرہ کا اہتمام تنظیم اسلامی حلقہ شرقی پنجاب کی طرف سے کیا گیا تھا۔ تنظیم اسلامی گجرات کے رفقاء نے گوجرانوالہ شہر میں ہونے والے اس مظاہرے میں شرکت کے لئے شدِّ رحال کیا۔ گجرات کے بائیس رفقاءِ تنظیم اور معاونینِ تحریکِ خلافت دس ٹی بورڈز اور دو بینرز کے ساتھ صبح پونے گیارہ بجے گجرات کے جی ٹی ایس اڈہ پر پہنچے اور کچھ دیر کے لئے وہاں بورڈز اٹھا کر کھڑے رہے۔ اڈے پر موجود مسافروں اور گزرنے والے لوگوں نے اس مظاہرے کو دلچسپی کے ساتھ دیکھا اور بینرز اور ٹی بورڈز کی عبارات پڑھ کر داد دی۔ گیارہ بجے کے قریب یہ تمام ساتھی گوجرانوالہ کے لئے روانہ ہو گئے اور گوجرانوالہ پہنچ کر وہاں پر ہونے والے مظاہرے میں شریک ہوئے ______ رفقاءِ تنظیم اور معاونینِ تحریکِ خلافت نے شیرانوالہ باغ کی جامع مسجد میں نماز ظہر ادا کی۔ نماز کے بعد حلقہ شرقی پنجاب کے ناظم محمد اشرف صاحب نے مظاہرہ سے متعلق ہدایات دیں۔ ٹھیک دو بجے مظاہرے کے لئے صف بندی کی گئی۔ ٹی بورڈز اور بینرز اٹھائے ہوئے خاموش اور پر امن مظاہرین اللہ کا ذکر کرتے ہوئے شیرانوالہ باغ سے ہوتے ہوئے جی ٹی ایس اڈہ پر پہنچے اور جی ٹی روڈ پر دونوں طرف کھڑے ہو گئے۔ آنے جانے والے لوگ رک رک کر ان صف بستہ مظاہرین کو دیکھ رہے تھے اور ٹی بورڈز کی عبارتیں پڑھ پڑھ کر اثبات میں سر ہلا رہے تھے گویا کہہ رہے ہوں کہ کرنے کا کام تو یہی ہے! مظاہرے کے دوران سود کے متعلق ہینڈ بل بھی تقسیم کیا گیا۔ مظاہرے کے اختتام سے پہلے مرزا ندیم بیگ صاحب نے مختصرًا خطاب کیا اور یہ باوقار منظم مظاہرہ دعا پر اختتام پذیر ہوا۔

(مرتب : محمد حسن)

خطوط و نکات

دیارِ مغرب سے ایک خط اور اس کا جواب

محترم جناب ڈاکٹر صاحب
السلام علیکم! امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ جس عظیم کام کی آپ نے ابتداء کی ہے اور جس مشکل کام کا بیڑا اٹھایا ہے اللہ عزوجل اسے آپ کی حیات ہی میں تکمیل تک پہنچائے اور آپ کو اجرِ عظیم و کثیر سے نوازے۔ آمین۔ ثم آمین۔

ڈاکٹر صاحب! آپ کا گرامی نامہ ملا، میں نے اس کا ایک ایک لفظ غور سے اتنی بار پڑھا ہے کہ وہ مجھے زبانی یاد ہو گیا ہے (تقریباً)۔ میں اپنی تمام کوتاہیوں اور خامیوں کا اعتراف کرتا ہوں۔

ڈاکٹر صاحب! بچپن اور نوجوانی سے لے کر اب تک دماغ میں ایک ہی الجھن تھی کہ مسلمانوں کی یہ زبوں حالی کیوں؟ ہم کیوں دنیا میں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں؟ یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے کوڑے ہماری پیٹھوں پر کیوں برس رہے ہیں؟ میری ناقص اور نامکمل عقل تو ایک ہی نتیجے پر پہنچی کہ قرآن کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کی بجائے نہ صرف ہم نے چھوڑ دیا ہے بلکہ پسِ پشت ڈالنے کے علاوہ اسے کھلونا اور Rituals ٹائپ کی چیز بنا دیا۔ بارہا خاندان میں جب کوئی شادی ہوئی، دلہن کو گھر میں لاتے وقت قرآن کے نیچے سے لوگ گزارتے تھے، میری باآوازِ بلند تنقید ہوتی کہ یہ قرآن اس لئے نازل نہیں ہوا کہ دلہنوں کو اس کے نیچے سے گزارا جائے۔ یہ قرآن دلہن کو ہاتھ میں تھماؤ۔ اسے کہو: "بیٹی اسے پڑھو۔ اس کے مطابق زندگی گزارو۔ اس قرآن کے مطابق ایک نئی نسل کو Raise کرو"۔ آہستہ آہستہ خاندان والوں نے مقاطعہ کر دیا۔ میرے خاندان والے اکثر بریلوی عقیدۂ خیال کے ہیں۔ سوائے میرے والد کے باقی سب پیری مریدی والے ہیں اور میری فیملی پشاور کی ایک معروف "پیر" فیملی ہے۔ "پیری" کی دکانداری سجانے والے رشتہ دار پیچھے اور کبھی کبھی منہ پر بھی مجھے "وہابی" کہتے ہیں۔

۱۹۷۵ء میں مَیں I.S.S.B کا امتحان دینے گیا۔ سب ٹیسٹ امتیازی نمبروں سے پاس کرنے کے بعد جب آخری انٹرویو ایک بریگیڈیئر صاحب سے ہوا تو انہوں نے سوال کیا کہ "تم نے

"My Hero" کے متعلق جو مضمون لکھا وہ عمر فاروقؓ کے متعلق تھا۔ باقی ۱۱۹ لڑکوں میں سے تمہیں پتہ ہے کہ ۱۱۸ نے قائداعظم کو اپنا ہیرو بتایا ہے، ایک نے اپنے والد کو۔ یہ کیوں؟ بہرحال جواب تو میرا بہت مفصل تھا، لیکن مختصراً یہ کہا وہ ۱۱۸ لڑکے غالباً جھوٹ بول رہے تھے یا Ignorant تھے۔ انہوں نے شاید کبھی قائداعظم کو Study ہی نہیں کیا ہو، مجھے "الفاروق" کا ایک ایک صفحہ زبانی ازبر ہے۔ وہ بھیڑ چال چل رہے ہیں۔ میں اپنی "رائے" دے رہا ہوں اور پھر سب سے اہم بات یہ کہ دنیا کے دکھوں کا علاج "نظامِ جناح" میں نہیں "نظام فاروقیؓ" میں ہے۔ بہرحال نتیجہ اس کا یہ ہے کہ میں امریکہ میں ہوں، جناح کو ہیرو ماننے والے آج کل بڑے بڑے عہدوں پر ہیں اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ "جناح" کے بنائے ہوئے ملک کو توڑنے، لوٹنے کھسوٹنے اور پامال کرنے میں رات دن مصروف ہیں اور میں آج بھی صبح و شام یہ دعا مانگتا ہوں کہ اِلٰہ العالمین اس دنیا میں ایک عمرؓ اور بھیج دے۔

ڈاکٹر صاحب! میں نے جب آپ کی سورۃ الحدید کی تفسیر سنی: "اور ہم نے لوہا نازل فرمایا جس میں زبردست ہیبت ہے" اور آپ کے یہ الفاظ سنے کہ اللہ کے نظام کو، ضرورت پڑنے پر لوہے کی طاقت کو ہاتھ میں لے کر، نافذ کرنا ہو گا تو ایک روشنی کی کرن نظر آئی۔ مجھے تو ہمیشہ وہابی کے علاوہ تشدد پسند، انتہا پسند، مذہبی جنونی اور ایسے ہی کئی خطابات دیئے گئے۔ اس دن میں ہائی وے پر گاڑی چلاتے ہوئے بہت رویا اور اللہ سے یہ دعا کی کہ یا اللہ میرا اور میرے بچوں کے جسم کے خون کا ایک ایک قطرہ اپنی اور اپنے رسولؐ کی راہ میں بہا دے۔ اسی اثنا میں شکاگو کیمپ والا واقعہ ہوا جس میں میں اپنی بدقسمتی سے شیطان کے بہکاوے میں آ گیا اور اللہ جانتا ہے کہ اس پر مجھے کوئی فخر نہیں ہے۔ میں نے آپ کو جو خط لکھا تھا ایک تو اس کا پس منظر وہ ہے جو ابھی آپ پڑھ چکے ہیں، دوسرے وہ واقعہ میری نظروں میں تھا جس میں ایک یہودی نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ کھجوریں قرض دیں اور جب واپسی کا مطالبہ کیا تو آپؐ کو مشتعل کرنے کی کوشش کی اور کہا کہ "میں جانتا ہوں کہ بنی ہاشم والے لوگوں کا مال دبا لیتے ہیں"۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے نہ صرف اس کی کھجوریں دلوائیں بلکہ زائد بھی دیں۔ اس پر یہودی نے عرض کیا: "یا رسول اللہؐ میں تو صرف آزما رہا تھا، کیونکہ میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ نبی کے غصے پر اس کا تحمل حاوی ہو گا"۔ اب میرے ذہن میں یہ حدیث تھی کہ علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔ اسی لئے جو criticize کیا اس کا جواب نہ صرف آپ کی طرف سے بلکہ آپ کے ساتھیوں اور احباب کی طرف سے بھی نہایت مشفقانہ اور ہمدردانہ تھا۔

بہرحال آپ کی یا کسی ساتھی کی اگر کوئی خفگی میرے اس خط کے لکھنے سے ہوئی تو اس کے لئے معافی کا خواستگار ہوں۔ لیکن میرے لئے اپنے دل کی الجھن صاف کرنا بہت ضروری تھا' کیونکہ مستقبل میں انشاء اللہ جو چند فیصلے کرنے ہیں ان کے لئے راہ ہموار کرنی ضروری تھی۔

ڈاکٹر صاحب! آپ نے اپنے خط میں تفصیلی تعارف کی ہدایت کی ہے۔ تفصیلی تعارف تو بڑے لوگوں کے ہوتے ہیں۔ بہرحال آپ کے حکم پر مختصراً یہ کہ Nuclear Physics میں انجینئرنگ کرنے کے بعد جب جاب نہ ملا' کیونکہ اس وقت اس فیلڈ میں سب کمپنیاں Citizenship مانگتی تھیں جو اس وقت میرے پاس نہ تھی' تو میں نے پھر Device Physics' جو کمپیوٹر Memory میں ڈیزائن انجینئرنگ کی شاخ ہے' اس میں انجینئرنگ میں ماسٹرز کیا اور الیکٹرانک انڈسٹری میں بطور انجینئر کام شروع کیا۔ بعد میں Citizenship ملنے کے بعد Raytheor نامی کمپنی میں کام شروع کیا۔ اُس وقت Raytheor کمپنی نے جو کہ Missiles بھی بناتی ہے Friend Foe نامی میزائل پر کام شروع کیا۔ یہ Friend Foe میزائل جو کہ Gulf War میں Patriot کے نام سے دنیا میں متعارف ہوا اس کا تمام الیکٹرانک سرکٹ میں نے ڈیزائن کیا اور اس کا Patent بھی U.S. Government میں میرے نام کا ہے۔ پانچ سال Raytheor میں کام کیا۔ ایک دن اخبار میں اشتہار دیکھا کہ پاکستان گورنمنٹ کو الیکٹرانک انجینئرز کی ضرورت ہے۔ Pala Alto نامی شہر جس میں Stanford University ہے (اسی یونیورسٹی سے میں نے نیوکلیئر اور ڈیزائن انجینئرنگ کی ڈگریاں لیں) کے ایک ہوٹل میں انٹرویو تھا جو کہ میری رہائش سے تقریباً ۲۰ میل تھا۔ پاکستان کے نیوکلیئر انرجی کمیشن کے کوئی...... صاحب تھے' انہوں نے انٹرویو لیا۔ پھر دوبارہ اور سہ بارہ بلایا اور پھر اسلام آباد میں پانچ ہزار روپے مہینہ پر انجینئر کی جاب کی پیش کش کی۔ جب میں نے ان کی توجہ اس طرف مبذول کروائی کہ اسلام آباد میں تو پانچ ہزار میں گھر بھی کرایہ پر نہیں ملتا تو انہوں نے مجھے حبّ الوطنی اور پاکستان دوستی کا لیکچر دیا۔ بہرحال بات نہ بنی' واپس جا کر کسی صاحب نے امریکی سفارت خانے کو ان تمام لوگوں کی فہرست دی جن کو انٹرویو کر کے آئے تھے۔ چنانچہ مجھے دو مہینے بعد Defense ڈیپارٹمنٹ سے Commercial سیکٹر میں ٹرانسفر کروا دیا گیا۔ ایک ایرانی صاحب جو کہ Personnel آفس میں ہیں جو ہر کمپنی کا "وزارتِ داخلہ" ہوتا ہے مجھے بتایا کہ دفترِ خارجہ سے کمپنی کو Alert کیا گیا کہ یہ صاحب (یعنی "میں") کمپنی کے "Secrect" چرانے میں Potential Danger ہیں۔ میں نے اس کمپنی سے استعفیٰ

دیا اور اب کئی سال سے پرائیویٹ سیکٹر میں کام کر رہا ہوں۔ آج کل کیلیفورنیا چھوڑ کر عارضی طور پر ...... نامی سٹیٹ میں ایک کمپنی میں جو کمپیوٹر بناتی ہے 64 Megabit کی Memory چپ ڈیزائن کر رہا ہوں۔ کام الحمد للہ کامیابی سے ۸۵ فیصد ہو چکا ہے۔

میری شادی امریکہ میں ہی ہوئی اور Arranged Marriage تھی۔ کراچی کی نہایت معروف فیملی ہے۔ انڈسٹریلسٹ ہیں اور کافی مذہبی ہیں۔ شادی سان فرانسسکو کی مسجد میں ہوئی تھی اور میری والدہ اور بہنوں اور لڑکی کے خاندان کے احتجاج کے باوجود بہت ہی سادگی سے اور ممکنہ حد تک سنتِ نبویؐ سے قریب تھی۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے دو بیٹوں سے نوازا ہے۔ عمر ۹ سال اور ۶ سال ہے' دونوں قرآن پڑھتے ہیں' نماز آتی ہے۔ بدقسمتی سے اردو زیادہ نہیں بول سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل کیا ہے۔ الحمدُ لِلّٰہ امریکہ میں رہ کر سود نہیں لیتے اور نہ ہی سود دیتے ہیں۔ بس اس کے علاوہ اور کوئی چیز نامہ اعمال میں نہیں۔ اس علاقے میں صرف چند (پانچ) مسلمان فیملیاں ہیں۔ الحمدُ لِلّٰہ اب ہر اتوار کو Islamic School پروگرام ہوتا ہے۔ بچوں کو قرآن اور دین سکھانے کی کوشش کرتا ہوں۔ ایک امریکی نوجوان مسلمان ہوا ہے' اسے جا کر قرآن سکھاتا ہوں۔ کوشش کر رہا ہوں کہ اسے "قرآن کالج" میں داخلہ مل جائے۔

ڈاکٹر صاحب! گزشتہ چھ سات سال سے باقاعدگی سے آپ کے کیسٹ سنتا ہوں۔ ڈیڑھ سے دو گھنٹے تو تقریباً صبح اور شام سنتا ہوں (جاب پر جاتے وقت ۴۰۔۴۵ منٹ۔ آتی دفعہ بھی اسی طرح) آپ کی کسی بھی تفسیر کی کیسٹ لے لیتا ہوں' روزانہ ایک یا دو آیت یاد کرتا ہوں اور اسی طرح تفاسیر کے کیسٹ سنتا ہوں۔ اس طرح تفسیر بھی سنتا ہوں' مہینے ڈیڑھ مہینے میں (اگر بڑی سورت ہو) سورت معہ تفسیر کے یاد ہو جاتی ہے۔ میں نے سورۂ یٰسین' سورۃ الملک' سورۃ الحدید' سورۃ التغابن' سورۃ التحریم' سورۃ الجنّ' سورۃ القلم' سورۃ الحج کا آخری رکوع' سورۃ الواقعہ اور اسی طرح کئی سورتیں آپ کے کیسٹ سُن سُن کر یاد کی ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر میں نے کچھ دین سیکھا ہے تو اس کا بڑا کریڈٹ آپ کو جاتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب! میرا ایک خواب ہے جو میں گزشتہ کئی سال سے دیکھ رہا ہوں۔ امریکہ میں ایک "دارالعلوم" ہو' جہاں بچوں کو قرآن کا حافظ بنایا جائے۔ اس کے لئے preliminary کام بھی ہو چکا ہے۔ کیلیفورنیا میں ہزارہا مسلمان خاندان ہیں۔ میں بہت جلد کینیڈا اور لندن کے دارالعلوم دیکھنے جاؤں گا' انشاء اللہ' تاکہ کچھ رہنمائی مل سکے۔ اگر کوئی نصیحت یا راہنمائی آپ سے مل سکے تو بہت اچھا ہو گا۔ میرا یہ خط بہت طویل ہو گیا ہے' لیکن ان شاء اللہ آئندہ اتنی

طوالت نہ ہو گی۔ میری طرف سے احباب کو السّلام علیکم۔

اللہ حافظ و ناصر
دعا گو
"سیّد بخاری"

☆ ☆ ☆

امیر تنظیمِ اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا جوابی مراسلہ

۲۲ر فروری ۱۹۹۳ء

محترمی بخاری صاحب' و علیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ !

آپ کا ۳ر ماہ حال کا تحریر کردہ خط ۱۷ر کو یہاں پہنچا —— پڑھ کر بہت خوشی بھی ہوئی' لیکن اسی قدر افسوس بھی ہوا۔ خوشی اور مسرت آپ کے نیک جذبات پر' جن کا علم کسی قدر پہلے بھی تھا۔ لیکن اس میں اضافہ آپ کے کردار کی پختگی کے اس مظہر سے ہوا کہ سرزمین "MORT GAGE" میں اتنا طویل عرصہ گذارنے کے باوجود آپ نے آج تک "نہ سود دیا نہ لیا!" اس پر تہہِ دل سے یہ دعا نکلی کہ "اللّٰهُمَّ زِدْ فَزِدْ!" آمین —— دوسری طرف شدید افسوس ایک جانب تو پاکستان کے اربابِ حل و عقد اور سرخ فیتے کی اس عملداری پر ہوا جس کے باعث آپ جیسے نمعلوم کتنے باصلاحیت لوگوں کا جوہرِ قابل اغیار ہی نہیں اعداء کی خدمت اور چاکری میں صَرف ہو رہا ہے۔ امت کے کسی حساس اور درد مند انسان کا دل تو اپنے اسلاف کی کتابوں کو یورپ میں دیکھ کر تڑپ اٹھا تھا' لبحوائے "مگر وہ علم کے موتی' کتابیں اپنے آباء کی جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارہ!" میرا یہی نہیں اس سے کہیں زیادہ شدید حال ہوتا ہے آپ ایسے لوگوں کو اغیار و اعداء کی خدمت اور چاکری میں معروف دیکھ کر!

—— اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہ میرا اپنا حال یہ ہے کہ ۸۱-۸۰ء میں شکاگو کے رفقاء نے باصرار کہا کہ اپنے دوسرے بیٹے عزیزم حافظ عاکف سعید کو وہاں چھوڑ دوں جو اس سفر پر میرے ہمراہ تھے! انہوں نے فلسفے میں ایم اے کیا تھا' اور رفقاء چاہتے تھے کہ وہ وہاں پی ایچ۔ڈی کر لیں اور ان کا کہنا تھا کہ آپ اخراجات کی فکر نہ کریں اس کا ذمہ ہم لیتے ہیں۔ لیکن میں نے جواب دیا تھا کہ "I CAN NOT AFFORD TO LOSE MY SONS TO AMERICA"

ـــــــــ دوسری جانب آپ کی سوچ پر بھی افسوس ہوا۔ بلکہ اندازہ ہوا کہ غالباً تاحال آپ نے صرف میرے دروسِ قرآن ہی سنے ہیں، اور آپ کو میرے دینی اور تحریکی فکر سے کماحقہٗ واقفیت حاصل نہیں ہوئی۔ میری خواہش ہے کہ آپ پہلی فرصت میں میری بعض بنیادی تصانیف اور تالیفات کا مطالعہ کر کے کوئی حتمی رائے قائم کریں! میرے نزدیک ہر مسلمان کے دینی فرائض کی تین سطحیں ہیں۔ اولینؔ اور زیریں ترین یہ کہ خود صحیح معنی میں اللہ کا بندہ بنے، دوسرےؔ یہ کہ اسی کی دعوت دوسروں کو دے، اور تیسریؔ اور بلند ترین یہ کہ اللہ کے دین کے کامل غلبے اور اقامت کے لئے ایک اجتماعی جدوجہد میں تن من دھن کھپا دے، ـــــ! پہلا کام آپ ہر جگہ کر سکتے ہیں، (جیسے کہ آپ کے خط سے معلوم ہوا کہ آپ کر رہے ہیں!) دوسرے کام کے ضمن میں "اَلْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ" کا اصول لازمی ہے، اس کے حقدار سب سے پہلے آپ کے اہل و عیال، پھر کنبہ قبیلہ، پھر قوم و ملک، اور پھر پورا عالمِ انسانیت ہے، اور اس میں زبان اور ثقافت کا اشتراک مؤثر ترین عامل ہے ـــــ رہی تیسری سطح تو اس کے اعتبار سے بھی ہمارے لئے کام کا اولین میدان پاکستان ہی ہے! زیادہ تفصیلات کا تو ظاہر ہے کہ خطوط میں موقع اور امکان نہیں ہوتا۔ ؏ "ایں قدر گفتیم باقی فکر کُن!" کے مصداق میری اس گذارش پر سنجیدگی سے غور کریں۔ اور جیسے کہ اوپر عرض کیا ہے ہماری مطبوعات کا ایک مکمل set منگا کر مطالعہ کر لیں۔

ابھی آپ کے بچوں کی عمر کم ہے، ـــــ اور وہ آپ کی واپسی میں "مزاحم" نہیں ہو سکتے۔ بعد میں ہو سکتا ہے کہ آپ واپس آنا چاہیں بھی تو نہ آ سکیں ـــــ ایک ثانوی بات یہ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جس میدان میں مہارت عطا کی ہے، اب بحمد اللہ پاکستان میں بھی پرائیویٹ سیکٹر میں اس کی وسیع مارکیٹ موجود ہے ـــــ اور ایک آخری بات یہ کہ میں "خط نویسی کا بڑا "چور" ہوں۔ یہ آپ کے نیک جذبات ہی کا کرشمہ ہے کہ دو خاصے تفصیلی خط تحریر ہو گئے۔ فقط والسلام

خاکسار اسرار احمد عفی عنہ

(پ ن: میں آپ کا خط "میثاق" میں شائع کر رہا ہوں تا کہ اس قومی اور ملی المیے کی مثال لوگوں کے علم میں آ جائے کہ ہمارا جوہرِ قابل کن حالات میں کہاں استعمال ہو رہا ہے ـــــ تو شاید.....)

Adarts – HRA-2/91 R

ہم مغرب سے مقابلہ کرتے ہیں

....اور اُن ہی کی سرزمین پر !

ہم اپنے گارمنٹس، بیڈلنن اور ٹیکسٹائل کی دیگر مصنوعات مغربی ممالک، اسکینڈی نیوین ممالک، شمالی امریکہ، روس اور مشرق وسطیٰ کے ملکوں کو برآمد کرتے ہیں اور ہماری برآمدات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے لیکن بیرونی منڈیوں میں اپنی ساکھ برقرار رکھنے کے لئے ہمیں انتھک محنت کرکے اپنی فنی مہارت اور معلومات میں مستقل اضافہ کرتے رہنا پڑتا ہے۔ ایسی محنت جو ہمیں رُک کر دم نہیں لینے دیتی ایسی محنت جو ہماری کارکردگی کے معیار کو اور بلند کرتی ہے، ایسی محنت جو کوالٹی، ڈیزائن اور پابندیٔ وقت کے سلسلے میں کرم فرماؤں کے مطالبات اطمینان بخش طریقے پر پورا کرنے کا ہمیں اہل بناتی ہے۔

Made in Pakistan
Registered Trade Mark

Jawad

جہاں شرط مہارت
وہاں جیت ہماری

معیاری گارمنٹس تیار کرنے اور برآمد کرنے والے

ایسوسی ایٹڈ انڈسٹریز (گارمنٹس) پاکستان (پرائیویٹ) لمیٹڈ

IV/C/3-A ناظم آباد کراچی - 18 - پاکستان - فون 610220-616018-628209

کیبل "JAWADSONS" ٹیلیکس 24555 JAWAD PK فیکس (92-21) 610522

MONTHLY
Meesaq
LAHORE

Regd. L. 7360
VOL. 41 No 3
March 1992